PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز راہٹرز کے لئے آفر بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھاہیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM

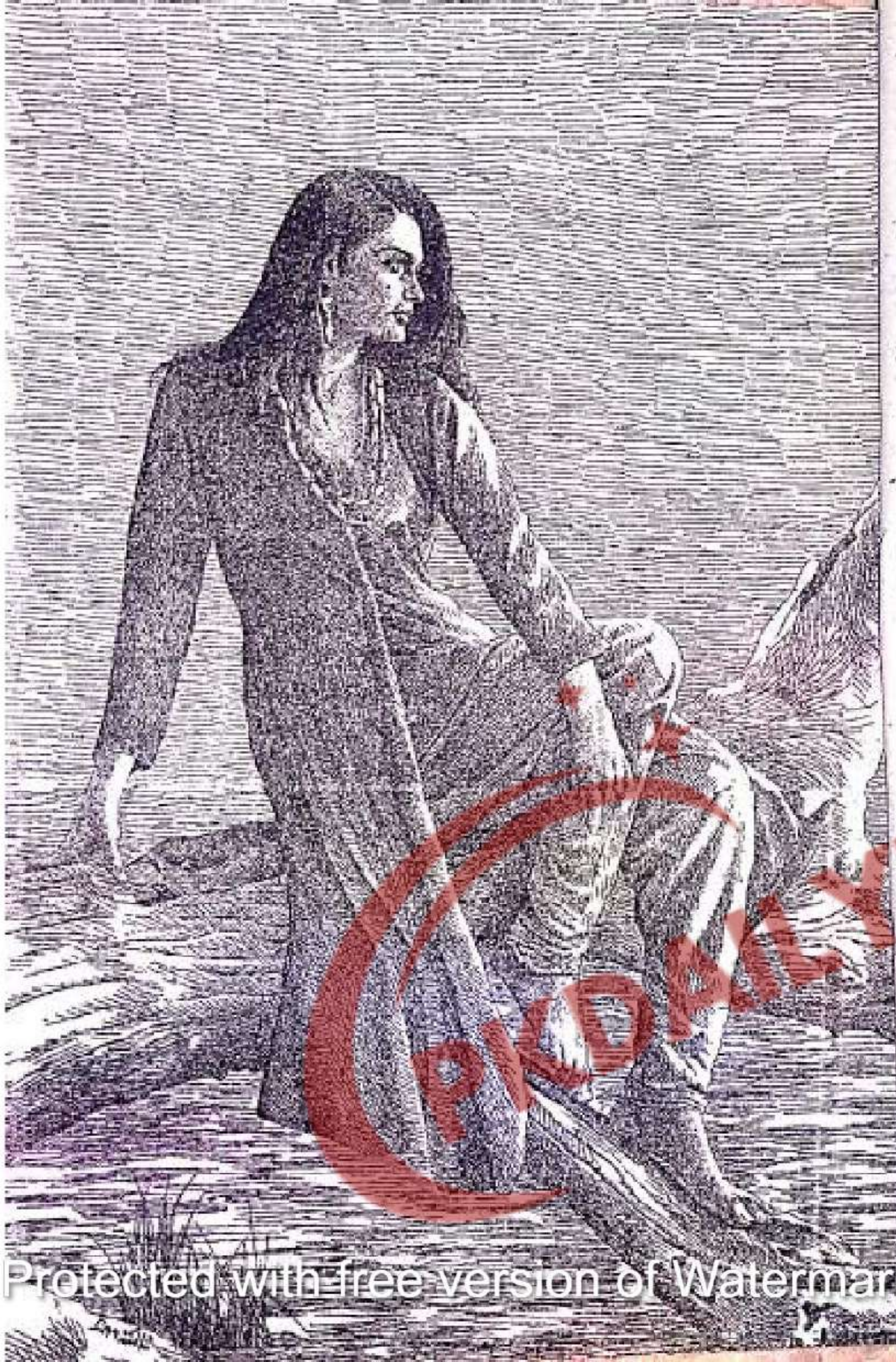

مکمل ناول

میمونہ صدف

عاقبت نااندیش

ایوبیہ سے تھوڑا آگے خان پور میں آرمی ریسٹ ہاؤس تھا جہاں ان کی دو دن کی بکنگ تھی اور انھیں وہاں پہنچتے پہنچتے دن کے بارہ بج چکے تھے۔ ہلکے بادلوں میں سے گزرتے ہوئے وہ بھی بادلوں کے سنگ اڑ رہے تھے۔ ہوا کی خنکی جولائی میں بھی ایسی تھی کہ عشوہ کا دل چاہا، بیگ سے اپنی شال نکال کر اوڑھ لے۔ یہاں کے موسم کا کوئی بھروسا نہیں تھا کہ کسی دم بھی بارش برسنا شروع ہو جاتی، اسی لیے وہ گرم شال اور سویٹر بھی لے آئی تھی۔

ریسٹ ہاؤس پہنچ کر گیٹ پہ موجود گارڈ نے ہی ان کا سامان اٹھوا کر پہلے سے بک ہوئے کمروں میں پہنچا دیا۔

"واٹ آ نائس روم یار۔" موحد نے کمرے میں پہنچ کر --- کمرے کا جائزہ لیا تو۔ کہے بنا رہ نہیں سکا۔

"ماننے ہو نا پھر معیز بھائی کو۔" وہ اپنے کمرے میں ہی تھی۔ یہ موحد تھا جو اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اس کے کمرے میں چلا آیا تھا۔

"انھیں کون نہیں مانتا۔ وڈے لوگ ہیں وہ تو۔" معیز بھائی عشوہ کے سب سے بڑے بھائی تھے جو آرمی میں لیفٹیننٹ کرنل تھے۔ یہ بکنگ انھوں نے ہی کروا کر دی تھی۔ موحد کی ان سے بالکل نہیں بنتی تھی اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی تھی بھی نہیں کہ وہ معیز بھائی سے کتنی خار کھاتا ہے۔

"مذاق بھی نہیں سمجھتیں۔"

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

"تمہارے بھونڈے اور آؤٹ ڈیٹڈ مذاق۔"
اس نے اٹھ کر موحد کو بازو سے کھینچ کر اٹھایا ورنہ وہ اس کے کمرے میں چیونگم کی طرح چپکنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"اب تم اپنے کمرے میں گم ہو جاؤ۔ جا کر چینج کرو تا کہ لنچ کے لیے نکلا جائے۔ آج کا دن گھومنے کے نام۔ کل میں میٹنگ اٹینڈ کرلوں تو واپسی کے لیے نکلیں گے۔ مجھے واپس جا کر پھر کچھ تیاریاں بھی کرنا ہیں۔"

وہ کمپنی کے باس سے کچھ ضروری معاملات طے کرنے اور اہم کاغذات پہ ان کے دستخط لینے وہاں آئی تھی۔

راستے کے اخراجات کمپنی کے ذمے تھے۔ کام کا کام اور سیر کی سیر۔ مما نے اسے اکیلے جانے سے منع کیا تھا۔ مونس جو اس سے سال بڑا تھا، ان دنوں اپنی کمپنی کے کسی ٹور پہ ملک سے باہر تھا اور معین کا جو اس سے تین سال چھوٹا تھا، کوئی اہم پروجیکٹ تھا جس پہ کام کے سلسلے میں وہ ان دنوں مصروف تھا تو اس کے ساتھ نہیں آسکتا تھا۔ اسی لیے اس کے پاس آخری آپشن کے طور پہ موحد ہی موجود تھا جسے وہ ڈرائیور اور گارڈ بنا کر اپنے ساتھ یہاں لے آئی تھی۔

"ابھی تو پیٹ میں چوہے شو ہے کبڈی چھپن چھپائی کھیل رہے ہیں۔ کچھ اچھا سا کھلا پلا دو بس پھر جہاں کہو گی یہ خادم لے جائے گا۔"

وہ جانتی تھی کہ ایک عرصے سے وہ بے روزگار ہے اسی لیے اس کے پاس پیسے کم ہوتے تھے۔ اکثر وہ غریب، مسکین بنا اسی سے ادھار مانگ کر گزارا کرتا تھا۔

"اسی لیے یہاں سے نکال رہی ہوں کہ جا کر چینج کرو اور پھر باہر جا کر کہیں سے اچھا سا لنچ کرتے ہیں۔ اب تم میرے کام سے آئے ہو تو خرچا بھی میرا ہی کرواؤ گے۔" موحد اس کی سمجھداری کی داد دیتا اپنے کمرے میں چلا گیا تو عشوہ اپنے کپڑے نکال کر شاور لینے چلی گئی۔

☆☆☆

ریسٹ ہاؤس سے باہر نکل کر ایک ذیلی سڑک سے اوپر کی طرف نکلو تو سامنے مشہور "بٹ کڑاہی" موجود تھی۔ گاڑی وہیں پارکنگ میں چھوڑ کر وہ دونوں واک کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آرڈر کر کے اوپن ایئر میں ہی بیٹھ گئے۔ کھانے کا وقت ہونے کے باوجود وہاں رش نہیں تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ویک اینڈ نہیں تھا اور عام دنوں میں سیاح کم ہی یہاں کا رخ کرتے تھے۔ یوں بھی یہ علاقہ عام ریزورٹس سے مختلف تھا یہاں مختلف کمپنیوں اور یونیورسٹیوں کے ہی ریسٹ ہاؤس تھے۔

پیچھے کی جانب لگی ریلنگ سے نیچے کھائیاں تھیں جہاں سے بندروں کی پوری فوج جوق در جوق اوپر چلی آرہی تھی۔

"مانا کہ تمہارے قبیلے سے ہیں لیکن انہیں فری مت کرنا۔ یہ زیادہ فری ہو جائیں تو بیٹھنا محال کر دیں گے یہاں اور عین ممکن ہے کہ ہمارا کھانا بھی چرا کر بھاگ جائیں۔" موحد اسے بندروں کی تصویریں اتارتے ہوئے دیکھتا نصیحت کر رہا تھا۔

"میں بچپن سے ایک بندر ساتھ لیے پھرتی ہوں۔ یہ چھوٹے موٹے بندر اس کے سامنے کیا چیز ہیں۔" ساتھ ہی ایک تصویر کھٹاک سے اس کی بھی کھینچ لی۔

"بندروں میں سب سے بڑا بندر۔" تصویر کا کیپشن اس نے خود ہی سوچ لیا تھا۔

"اور جس بندر کے نام کی انگوٹھی پہننے جا رہی ہو، اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟" گرل سے ٹیک لگائے وہ اسے نہیں سامنے مناظر کو دیکھتے ہوئے اسے چڑانا چاہ رہا تھا۔

"وہ بندر نہیں ہے۔" عشوہ نے ترنت جواب دیا۔

"ہاں۔ وہ بن مانس ہے۔۔ بلکہ گوریلا۔"
موحد نے ایک کمینی سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا تو عشوہ نے جھٹ سے منہ بنا کر رخ پھیر لیا۔

"یقیناً یہ ہمارا آخری ٹرپ ہے ساتھ میں۔"
اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"تم تو ابھی سے مجھے مس کرنے لگے ہو۔" وہ مسکرادی لیکن اس مسکراہٹ میں ایک اداسی تھی۔

"قسم سے یار۔ قسم سے۔ شدید مس کرنے لگا ہوں میں تمہیں۔" اس کی شکل ایسی تھی کہ عشوہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسنے لگی۔

"کون سا دور جا رہی ہوں۔ اسی شہر میں ہوں گی اور اسی طرح تمہارے کان کترتی رہوں گی۔"

"ہاں میجر صاحب اجازت دے دیں تو۔"

"کیوں اجازت نہیں دے گا۔؟ تم میرے بچپن کے دوست ہو۔ مما اور آنٹی اچھی فرینڈز ہیں۔ ہم پڑوسی ہیں۔ تم بچپن سے میرے کلاس فیلو رہے ہو اور ہم نے ساری زندگی اکٹھے گزاری ہے۔ اکٹھے پڑھا ہے۔" وہ انگلیوں پہ اپنے ایک ایک تعلق کا حوالہ گن رہی تھی۔

"بالکل بالکل۔ ہم دونوں انسان ہیں۔ مسلمان ہیں۔ پاکستانی ہیں۔ ایک فضا میں سانس لیتے ہیں۔ ایک ہی سپلائی سے آنے والا پانی پیتے ہیں۔" عشوہ نے اپنا ہینڈ بیگ اسے اٹھا کر مارا جو اس نے کیچ کرلیا۔

"ویسے اس سب کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ وہ کہے گا۔ جہاں موحد مرزا سے اتنے تعلق ہیں تو تمہیں باقی کی زندگی بھی موحد مرزا کے ساتھ گزارنے کی اجازت ہے۔ باقی زندگی پہ تو اس کا حق ہوگا۔" عشوہ نے اسے تڑپ کر دیکھا۔

"مجھے باقی کی زندگی موحد مرزا کے ساتھ گزارنے کی اجازت ہی تو نہیں ہے۔" یہ محض وہ سوچ سکی تھی۔

"ویسے بھی وہ مجھے ذرا خود سے جیلس لگتا ہے۔" عشوہ نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گیا ہو۔

"وہ اور تم سے جیلس۔ اس کا اتنا برا ٹیسٹ نہیں ہے۔"

"مان لو کہ اس کا ٹیسٹ برا نہیں ہے لیکن تمہارا دوست ضرورت سے زیادہ اچھا ہے۔" عشوہ نے منہ کے زاویے بگاڑے۔

"چلو مان لیا کہ میرا دوست ہی بہت اچھا ہے۔"

موحد نے ماتھے تک ہاتھ لے جاتے اسے سیلیوٹ کیا۔

"اب یہ بھی مان لو کہ تمہاری شادی کے بعد ہماری دوستی ایسی نہیں رہے گی عشوہ بی بی۔" عشوہ کا دل یکدم اداس ہو گیا۔ اسے ایسی کوئی بھی بات آج کل یوں ہی اداس کر دیتی تھی۔

"میں بھی ایسی نہیں رہوں گی۔" موحد نے اسے سر تا پیر دیکھا۔ پاؤں میں برف پہ چلنے والے لمبے بوٹ، مردانہ لباس، سر پہ پی کیپ اور کسی بھی قسم کے میک اپ سے مبرا چہرہ لیے وہ اداس کھڑی تھی۔

"اچھا، ہم یہاں انجوائے کرنے آئے تھے۔ نا کہ تمہاری آنے والی زندگی کا سوچ کر اداس ہونے۔" وہ اٹھ کر اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ عشوہ نے جلدی سے اپنا موڈ درست کرلیا۔

"کھانا کھا کر مال روڈ کی طرف نکلتے ہیں۔"
وہ اب کرسیوں کی طرف آ گئی تھی جہاں ویٹر اب سلاد اور رائتہ رکھ کر جا رہا تھا۔ کھانا تقریباً تیار تھا۔

کھانا کھا کر وہ مال روڈ کی طرف نکل گئے۔ مال روڈ پہ جاتے ہی عشوہ نے معیز بھائی کے تمام بچوں کے لیے شاپنگ کرنے کے ساتھ ساتھ ادیبہ باجی کے چار عدد بچوں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ لے لیا۔ ادیبہ باجی موحد کی اکلوتی بہن تھیں جو آئے دن میکے میں ہی اپنے سارے بچوں کے ساتھ پائی جاتی تھیں۔

عشوہ کی چونکہ کوئی بہن نہیں تھی تو ادیبہ باجی ہمیشہ سے اس کے لیے بڑی بہنوں ہی کی طرح تھیں۔ ان کی شادی پہ عشوہ نے چھوٹی بہنوں والے سارے ارمان پورے کیے تھے۔ ان کے بچوں کی ہر طرح سے خالہ بھی بن کر دکھایا تھا یہ اور بات تھی کہ

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

حلیے سے وہ انھیں ماموں زیادہ خالہ کم لگتی تھی کیونکہ اس کا حلیہ موحد ماموں سے زیادہ مختلف نہیں ہوتا تھا۔

شاپنگ کے دوران ہی مما کی کال آئی اور وہ اسے فون پہ نجانے کیا کیا نصیحتیں کرتی رہیں کہ کال بند ہونے پہ اس کے چہرے کے تاثرات مکمل طور پہ بدل چکے تھے۔

”چلو، مجھے کچھ شالز خریدنا ہیں۔“ وہ وہاں ایک بڑے شال باف کی دکان پہ پہنچ گئی۔ نفیس کڑھائیوں سے مزین اس نے مما اور موحد کی امی کے ساتھ ایک کڑھائی والی شال اپنی ہونے والی ساس کے لیے بھی خرید لی۔

”یہ کالی والی کیسی ہے؟“ اس نے ایک بہت ہی نازک اور حد درجے نفیس کام والی شال کاندھے پہ اوڑھ کر دکھائی۔

”اب کیا بچا بھیوں، جیٹھانیوں، دیورانیوں کے لیے بھی خریدو گی۔ قسم سے انسان کی بالکل بھی لاکھ ڈیڑھ تنخواہ نہ ہو۔ وہ بھی کسی لڑکی کی۔ ساری شاپنگ میں ہی لگا دیتی ہے۔“

”یہ میں اپنے لیے خرید رہی ہوں بندر۔“ موحد نے یہ سن کر اسے یوں دیکھا جیسے کسی بجلی کی ننگی تار پہ پاؤں پڑ گیا ہو۔

”مطلب کہ پرکٹی کبوتری بن کر، پینٹ شرٹ اور ان جوگرز کے ساتھ اب تم یہ حسین ترین شال اوڑھ کر کوئی نیا فیشن ایجاد کرنے جا رہی ہو۔ گوریلا صاحب نے پوری طرح سے تمہیں سحر زدہ کر دیا ہے کہ فیشن کی سدھ بدھ بھی کھو چکی ہو۔“

عشوہ نے وہیں شال پٹخ دی اور باقی ساری شالز بھی وہیں چھوڑ کر، بنا خریدے ہی دکان سے باہر نکلتی چلی گئی۔ موحد دکان دار سے معذرت کرتا اس کے پیچھے لپکا۔

”یار! یہ کیا مذاق ہے۔ اب پسند کی تھیں تو خرید لیتیں۔“ عشوہ غصے سے آگے بڑھتی رہی۔

”کیوں اتنا بھاگ رہی ہو۔ کیا مال روڈ پہ کسی دوڑ کا مقابلہ ہونے جا رہا ہے جس میں حصہ لینے تم لاہور سے یہاں آئی ہو؟“ وہ جیسے اسے سن ہی نہیں رہی تھی۔ بس دوڑے جا رہی تھی۔

وہ اس کا لال بھبھوکا چہرہ دیکھ کر اندازہ کر سکتا تھا کہ اندر کتنی ٹن ایندھن جل رہا ہے جو اسے یوں بھگا رہا ہے۔ سو سارا مذاق گیا بھاڑ میں۔ اب تو سنجیدگی کا چولا اوڑھنا ضروری تھا۔

”میں نے تو مذاق کیا تھا۔ تم کب سے اتنا سیریس لینے لگیں میرے مذاق کو...؟“

وہ اب ایک طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔

”اب اگر میں خود کو بدلنے کی کوشش کر رہی ہوں تو ضروری ہے کہ تم میرا مذاق اڑا کر مجھے مجبور کرو کہ میں ویسی ہی رہوں جیسی ہوں۔ ہاں ٹھیک ہے کہ یہ سب مجھے پسند نہیں ہے۔ لیکن اب میں بال لمبے کر رہی ہوں نا تو دیکھو کہ اب ان کی چھوٹی سی پونی بڑی ہو کر چوٹی بنتی جا رہی ہے۔ اس ٹرپ کے بعد ڈھنگ کے کچھ کپڑے بھی خرید لوں گی جنھیں پہن کر میں یکدم مما اور آنٹی کی مشرقی لڑکی بن جاؤں گی۔ دوپٹے بھی تین گز کے اوڑھ لوں گی جن سے اٹک کر سو بار گروں گی تو چلنا سیکھ ہی لوں گی۔ مما نے سینٹورس مال سے جا کر ڈھیروں میک اپ بھی خریدنے کا کہا ہے جیسے لاہور میں میک اپ نایاب ہو چکا ہے... اور یہاں مال روڈ سے وہ بیگز بھر کر جیولری کے بھی لے جاؤں گی جنھیں پہننے کی ٹریننگ میں اوپر باجی کے پاس جا کر کروں گی... تم سب اب خوش ہو جاؤ کیونکہ یہ ہائی منڈا اب مکمل طور سے بدلنے پہ آمادہ ہے۔ اسی لیے تمہیں اعتراض تھا نا مجھ پہ کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ۔“

اس کی بات وہیں نامکمل چھوڑ دی تھی۔ اب وہ دوسری طرف منہ کیے اپنی گھٹی گھٹی سسکیوں کو منہ پہ ہاتھ رکھ کر دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔

موحد جواباً بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ وہ اس سے اتنے شدید ردعمل کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس دل ناداں کے کہے چند جملے

اس نے دل پہ یوں ثبت کر لیے تھے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے اسے یوں تکلیف دیتے ہوں گے۔

موحد اس کا ہاتھ کھینچ کر اسے ایک طرف بنے بینچ کی طرف لے آیا جہاں پہ اکا دکا لوگ ہی موجود تھے۔

عشوہ سر جھکائے روتی رہی۔ ایسی صورت حال کم ہی آئی تھی جب عشوہ موحد کے سامنے آنسوؤں سے روتی۔ وہ بچپن سے حساس دل ضرور تھی لیکن کمزور نہیں تھی کہ اتنی آسانی سے کسی کے سامنے رونے بیٹھ جاتی۔ ایسا بہت کم ہوا تھا۔ شاید اتنا کم کہ موحد گن کر تعداد بتا سکتا تھا۔ اسی لیے ایسی صورت حال نے اسے بھی عجب کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔

”ایسا کیا ہوا ہے کہ تم سے میرا ذرا سا مذاق بھی برداشت نہیں ہوا...؟“ وہ بچپن سے اس کے ساتھ تھا۔ اس کی ہر ادا پہچانتا تھا۔ کچھ تو ایسا تھا جو اسے ڈسٹرب کر رہا تھا۔

”میں جیسی ہوں ویسے ہی مجھے قبول کیوں نہیں کیا جا سکتا موحد...؟ کیا میں نے کوئی شرط رکھی کہ میرا منگیتر سگریٹ پیتا ہے تو وہ چھوڑ دے۔ اس کا غصہ تیز ہے تو وہ خود کو بدلے۔ اسے شلوار قمیص نہیں پسند لیکن وہ میرے لیے لازمی اسے اپنائے۔ اسے قہقہے لگانا غیر مہذب لگتا ہے تو تھوڑا سا غیر مہذب بن جائے۔ وہ دہی نہیں کھاتا تو اب سے کھانے کی عادت اپنائے۔ اسے موویز دیکھنا پسند نہیں ہے تو اب دیکھنے کی مشق کرے۔ نہیں نا...؟ تو پھر مجھ پہ اتنے اعتراضات کیوں یار...؟ مجھے کیوں میری شناخت سمیت قبول نہیں کیا جا رہا۔ مجھ پہ کیوں اتنی تبدیلیوں کی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں کہ میں ”یہ یہ یہ“ چھوڑ دوں اور ”یہ یہ یہ“ اپنا لوں۔ میں جیسی ہوں ویسی کیوں ناقابل قبول ہوں اور آخر مجھے کتنا اور کس حد تک خود کو بدلنا پڑے گا۔ کیا مجھے خود کو ایک بار پوری طرح سے توڑ کر جوڑنا ہو گا۔ ایک بار مٹا کر پھر سے اپنا وجود بنانا ہو گا۔ کیوں بھلا...؟ اس لیے کہ میں ایک لڑکی ہوں اور وہ لڑکا ہے...؟“

”تم یہ شادی نہیں کرنا چاہتیں تو منع کر دو۔ کوئی زبردستی تو نہیں ہے۔“

”لڑکیوں کے لیے زبردستی اور طرح کی ہوتی ہے موحد۔ ماما کہتی ہیں کہ معیز بھائی برا مانیں گے۔ عدنان کے بڑے بھائی کامران اور معیز بھائی کولیگز ہیں۔ یہاں تک بات پہنچ گئی ہے، اب انکار کرنا تعلقات خراب کرنا ہو گا اور ایک جاب میں تعلقات خراب کرنا معیز بھائی افورڈ نہیں کر سکتے۔“ موحد نے تاسف سے سر ہلایا۔

”کسی دوسرے سے تعلق خراب نہ ہو اور بے شک تمہاری زندگی خراب ہو جائے۔“ اسے معیز بھائی پہ نئے سرے سے غصہ آنے لگا۔

”میری زندگی خراب کرنے میں بس معیز بھائی کا ہاتھ تو نہیں ہے۔ اور بھی کئی ہاتھ ہیں۔“ اس نے کچھ اس انداز سے کہا کہ موحد اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ اس کے حوالے سے کچھ سمجھ رہا تھا لیکن اس پہ اپنی رائے محفوظ ہی رکھنا چاہتا تھا۔

عشوہ نے بات، لہجہ اور رخ سب ہی بدل لیے۔

”اب ماما کہتی ہیں کہ میں تمہارے ساتھ یہاں آئی ہوں، اس بات کا پتا میری ہونے والی سسرال میں نہ چلے۔ مطلب کہ آگے چل کر انھیں ہماری دوستی پہ بھی اعتراض ہو گا۔ تو میری زندگی میں بچ کیا رہا...؟ انسان شادی خوشی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے نہ کہ پہلے سے حاصل خوشیوں کو بھی کھونے کے لیے۔“

موحد خاموش رہا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ جس ٹرپ کو وہ انجوائے کرنے آئے تھے، وہ عشوہ کے خراب موڈ کی نذر ہو رہا تھا۔

”لیکن میں کیا چاہتی ہوں، میری کیا خواہش ہے، میں کیسے جینا چاہتی ہوں اس بات کی تو شاید کسی کو بھی پروا نہیں ہے۔“ موحد نے اپنی سوچ کو ایک طرف رکھتے اسے دیکھا۔

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

"اچھا ابھی تو چپ کرو۔ ہم یہاں گھومنے پھرنے، انجوائے منٹ کے لیے آئے ہیں۔ ابھی تو اس ٹرپ کا مزہ خراب نہیں ہونا چاہیے۔ واپس جا کر کچھ کرتے ہیں۔"

اس نے اپنے سویٹر کی جیب سے ٹشو نکال کر اس کی جانب بڑھائے۔ عشوہ نے اپنا چہرہ صاف کیا۔ کچھ دیر گہرے سانس لیے اور خود کو نارمل کیا۔ تازہ ہوا جیسے ہی اندر گئی، اس کا ڈپریشن باہر آ گیا۔ اب وہ کافی بہتر محسوس کر رہی تھی۔

"چلو اب۔ یہاں سے واک کر کے پنڈی پوائنٹ تک چلتے ہیں۔"

"سوچ لو۔ اتنا چلو گی تو ٹانگوں میں کھلیاں پڑ جائیں گی اور کل تو تم سے بیڈ سے اترا بھی نہیں جائے گا جب پاس سے ملنے جانا ہوگا۔" عشوہ اسے پیچھے سے دھکیلتے ہوئے آگے چلنے لگی اور وہ مسلسل بولتے چلا گیا۔

"اور میرا پلان کل چتریانا جانے کا ہے۔ بہت بچپن میں چیئر لفٹ میں بیٹھا تھا۔ اب پھر سے بیٹھنا چاہتا ہوں۔ اس وقت تو امی نے جھوٹ بول کر کرایہ بچا لیا تھا کہ یہ پانچ سال سے کم عمر ہے۔ اب تو پورا کرایہ دینا پڑے گا مجھے اور میں تو یوں بھی آج کل بے روزگار ہوں یار۔ ایسا کرنا، میرا کرایہ تم ہی دے دینا۔ اب کیا اچھا لگے گا کہ بے روزگار بے چارا کرایہ بھرے جبکہ اس کی لاکھوں کمانے والی دوست اس کے ساتھ ہو۔"

وہ بولتا جا رہا تھا اور اڑتے بادل ان کے اردگرد سے گزرتے چلے جا رہے تھے۔

☆☆☆

کرنل رمیض اور نعمان مرزا کے ہمیشہ سے خاندانی مراسم رہے تھے۔ کرنل صاحب کے ابا اور نعمان مرزا کے ابا شطرنج کھیلنے روزانہ شام کو اکٹھے ہوتے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات تھی جب کرنل رمیض کی پوسٹنگ گلگت میں تھی اور اپنی فیملی کو وہ ابا کے پاس ہی لاہور چھوڑ گئے تھے۔ اس وقت ساتھ والا گھر نعمان صاحب نے خریدا تھا اور تب سے دونوں خاندانوں میں جو تعلقات استوار ہوئے تو وہ ان کی نسلوں میں بھی قائم رہے۔ خاص طور سے عشوہ رمیض اور موحد مرزا کی دوستی تو مثالی تھی۔

جب بچپن میں عشوہ کھانا نہیں کھاتی تھی تو ماما اسے آنٹی بتول کے پاس لے جاتیں۔

"بھابھی! آپ اسے موحد کے ساتھ کھانے کی میز پہ بٹھا دینا۔ شاید یہ اسی کے ساتھ مل کر چار نوالے کھا لے۔"

اور بتول آنٹی اسے محبت سے گلے لگا کر موحد کے ساتھ کھانا کھانے بٹھا دیتیں۔ موحد کے ساتھ بیٹھنے کی دیر ہوتی کہ عشوہ پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتی۔ یہی حال موحد کا بھی تھا۔ جب وہ گھر پہ کچھ کھا کر نہ دیتا تو بتول آنٹی اسے عشوہ کے گھر بھیج دیتیں۔ یوں دونوں مل کر کھانا کھا لیتے۔ یوں دن بھر ان کا ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا لگا ہی رہتا۔

موحد اپنے گھر کے ساتھ ساتھ اس گھر کا بھی لاڈلا تھا اور عشوہ اکلوتی بہن ہونے کی وجہ سے اپنے گھر کے ساتھ مرزا فیملی کی بھی لاڈلی بن گئی۔ ادیبہ باجی موحد کی بڑی بہن تھیں اور انھیں چھوٹی بہن کا بہت شوق تھا۔ قدرت نے چھوٹی بہن تو نہ دی، بھائی ہی دیا تو وہ اسی کو سجا سنوار کر خوش ہو لیتیں۔ پھر تھوڑا بڑا ہوا تو اسے غیرت آ گئی کہ میں لڑکا ہوں اور لڑکے لڑکیوں کی طرح تیار نہیں ہوا کرتے تو ادیبہ باجی نے عشوہ کو بہن بنا لیا۔ وہ اس کی جتنی لیپا پوتی کر لیتیں، اتنا ہی وہ بجنے سنورنے سے چڑنے لگی۔ حتیٰ کہ جب ادیبہ اسے بلاتیں تو وہ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاتی۔

وہ دونوں اسکول بھی اکٹھے ہی داخل ہوئے تھے۔ گھر میں بھائیوں کی موجودگی کی وجہ سے عشوہ ہمیشہ بھائیوں کے زیر اثر رہی تھی۔ ان ہی کی طرح اٹھنا بیٹھنا، بولنا چلنا، کھانا پینا۔ رہی سہی کسر موحد کے ساتھ کھیلنے سے پوری ہو گئی۔ بچپن میں تو وہ "میں آتی، میں کھاتی، میں جاتی" کے بجائے "میں آتا، میں

کھاتا، میں جاتا" استعمال کرتی تھی جو وقت کے ساتھ پھر بھی ٹھیک ہو گیا لیکن اس نے اپنا حلیہ نہیں تبدیل کیا۔

اسکول میں موحد ہر مقام پر اس کی ڈھال بن جاتا۔ اسے کوئی مسئلہ ہوتا، موحد اس کی مدد کو حاضر ہوتا۔

زندگی اسی لاڈ پیار میں گزر رہی تھی کہ ایک دن جب عشوہ اسکول سے واپس آئی تو معیز بھائی، جو ان ہی دنوں پی ایم اے سے چھوٹ کر آئے تھے، اونچا اونچا بول رہے تھے۔ عشوہ چھوٹی تھی اسی لیے اس گفتگو کا حوالہ دشمن نہیں سمجھ سکی لیکن اسے بس اتنا یاد تھا کہ معیز بھائی غصے میں مما کے سامنے چلا رہے تھے۔ کرسی کو ٹانگ سے پرے دھکیل کر وہ اندر جاتے جاتے اسے بھی تنبیہ کر گئے۔

"آئندہ کوئی ضرورت نہیں ہے اسے بھی برابر والوں کے گھر جانے کی۔"

وہ نا سمجھی میں مما کو دیکھنے لگی جو سپاٹ چہرہ لیے بیٹھی تھیں لیکن اسے کچھ بھی نہیں کہا۔ پھر اس دن کے بعد سے معیز بھائی بہت چڑچڑے ہو گئے۔ وہ بات بات پہ چلانے لگتے تھے اور جب خاموش ہوتے تو اتنے خاموش ہوتے کہ کسی بھی بات کا جواب نہ دیتے۔ ان کا یہ رویہ اچنبھا تھا جو اس کی چھوٹی سی عقل میں نہیں سماتا تھا۔ اس سے قبل وہ ہمیشہ گھر آنے پہ ادیبہ باجی سے ملنے جایا کرتے تھے جو ان کی اچھی دوست تھیں۔ جیسے موحد اور وہ ساتھ کھیل کر بڑے ہو رہے تھے، مما بتاتی تھیں کہ معیز بھائی اور ادیبہ باجی بھی ایسے ہی ساتھ کھیل کر بڑے ہوئے تھے۔

"مما! معیز بھائی کو کیا ہوا ہے۔ وہ ایسے کیوں ہو گئے ہیں۔؟" وہ اکثر جب موحد کے ساتھ کھیل رہی ہوتی تو وہ انھیں بلاوجہ ڈانٹ دیتے۔ موحد پہ غصہ کر کے اسے وہاں سے بھگا دیتے۔

"وہ ٹھیک ہے بیٹا! شاید تھک جاتا ہے۔ مشکل نوکری ہے نا اس کی۔"

"موحد کہتا ہے کہ بھائی جان جب سے فوجی بنے ہیں، ان کے نخرے زیادہ ہو گئے ہیں۔" مما اس کی بات سن کر گنگ رہ گئیں۔ ایک چھوٹے بچے سے وہ ایسی بات کی توقع نہیں کر رہی تھیں۔

"موحد کو سمجھایا کرو کہ ایسی باتیں بچے نہیں کرتے۔" وہ بس اتنا ہی کہہ پائیں کہ عشوہ بھی تو بچی تھی پھر وہ اسے کیسے سمجھاتی۔ عشوہ نے سر ہلا دیا لیکن معیز بھائی کا غصہ اور چڑچڑا پن دن بدن زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ اسی لیے عشوہ کھیلنے کے لیے چھپ کر مرزا ہاؤس چلی جاتی لیکن موحد نے آنا ترک کر دیا تھا۔

"مجھے بھیا سے ڈر لگنے لگا ہے۔ وہ بہت خوف ناک ہو گئے ہیں۔ کسی بات پہ بھی مجھے ڈانٹ دیتے ہیں۔ مجھے ڈانٹنے کے لیے ماما اور باجی ہی کافی ہیں۔ دوسروں کے بھائیوں سے ڈانٹ کیوں کھاؤں۔؟"

وہ ان کے گھر آنے سے صاف منع کر دیتا۔ دونوں باہر سڑک پہ کھیل لیا کرتے یا عشوہ ان کے گھر پائی جاتی لیکن موحد نے ان کی طرف آنا چھوڑ دیا تھا۔

تب ہی ادیبہ باجی کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی اور ان ہی دنوں معیز بھائی کی ملتان پوسٹنگ آ گئی۔

"شادی میں شرکت نہیں کرو گے۔؟" مما نے پوچھا تو انھوں نے زخمی نگاہوں سے انھیں دیکھا۔

"فوجی ہوں لیکن ہوں تو انسان۔ جذبات مرے نہیں ہیں میرے۔"

اپنا سامان پیک کرتے انھوں نے ہر وہ چیز جو ادیبہ سے منسلک ان کے پاس موجود تھی، کوڑے دان کے حوالے کر دی۔

معیز بھائی کے جانے کی دیر تھی کہ موحد اور عشوہ کا پھر سے ایک دوسرے کے گھر آنا جانا پہلے جیسا ہو گیا۔

☆☆☆

"انار کے درخت سے انار کس نے چوری کیے

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

ہیں۔؟" ایسے ہی ایک دن جب موحد عشوہ کے باغ میں لگے انار کے درخت سے عشوہ کی فرمائش پہ انار اتار کر سیڑھیوں پہ بیٹھا دانے نکال کر اسے دے رہا تھا تو اندر ونی حصے سے معیز بھائی کی گھن گرج سنائی دی۔ موحد نہیں جانتا تھا کہ وہ چھٹی پہ گھر آئے ہوئے ہیں اور عشوہ اسے بتانا بھول گئی تھی۔ اس نے گھور کر عشوہ کو دیکھا جس نے معصومیت سے شانے اچکائے کہ وہ بتانا بھول گئی تھی۔

وہ معیز بھائی کی موجودگی کے سبب اندر سے سہم گیا تھا۔ وہ مسلسل چلا رہے تھے۔

"معیز بھائی آئے ہوئے ہیں، تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا۔"

"میں خود بھی بھول گئی تھی کیونکہ وہ رات ہی آئے تھے جب میں سو چکی تھی۔" عشوہ کو اپنی غلطی کا احساس تب ہوا جب اس نے موحد کا فق ہوتا چہرہ دیکھا۔

"اتنے سارے پکے انار تھے اس درخت پہ جو چوری ہو گئے۔ سب مر گئے ہیں جو چار کو دیکھ نہیں سکتے۔ کسی کی مجال کیسے ہوئی کہ گھر میں گھس کر انار اتار کر چلا گیا۔"

وہ بھائیوں پہ چلا رہے تھے۔ بھائی خاموش کھڑے ڈانٹ سن رہے تھے۔ ان کی مجال نہیں تھی کہ معیز بھائی کے آگے زبان کھول سکیں۔

موحد چوری کا الزام لگنے سے مزید ڈر گیا تھا حالانکہ اس کے مطابق یہ چوری نہیں تھی۔ اس نے عشوہ کے باغ سے، اس کی اجازت سے انار توڑ کر خود کھانے کے ساتھ اسے بھی کھلائے تھے۔ پھر یہ چوری کیسے ہو گئی۔؟ لیکن معیز بھائی کے بقول وہ چور تھا۔ انار چور۔ اور اس الزام کے بعد ایک دانا اس کے حلق سے نیچے نہیں اتارا گیا۔

"چلو اندر۔" اس نے عشوہ کا ہاتھ تھاما جو اسے روک رہی تھی کہ وہ اندر مت جائے۔

"چلو عشوہ! انہیں لگ رہا ہے کہ کسی نے انار چرائے ہیں۔ میں ان کو سچ بتانا چاہتا ہوں۔" وہ عشوہ کو گھسیٹ کر اپنے ساتھ اندر لے گیا۔

"انار ہم نے اتارے ہیں معیز بھائی۔" وہ عشوہ سے پہلے ان کے سامنے جا پہنچا تھا۔ ہاتھ میں ٹرے تھام رکھی تھی جس میں انار کے دانے اور انار موجود تھے۔ معیز بھائی جو غصے سے بھرے بیٹھے تھے، اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ٹرے اس کے ہاتھ سے کھینچ کر ایک طرف دیوار پہ دے ماری۔ بھائیوں اور عشوہ سمیت موحد کا بھی دل جیسے سینہ توڑ کر باہر نکل آیا۔

مما اندر سے بھاگی آئیں اور فرش پہ ٹوٹی ٹرے، بکھرے انار دیکھ کر حق دق رہ گئیں۔ معیز نے اتنا شدید ردعمل کبھی ظاہر نہیں کیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ مجھ سے پوچھے بغیر میرے درخت سے انار چوری کرو۔ میں نے کتنے سال اس پودے کے ساتھ محنت کی ہے جانتے بھی ہو۔ یہ اس درخت کا پہلا پھل تھا جو مجھے کسی اولاد کی طرح عزیز تھا اور تم ایک پل میں آ کر مزے سے کسی کی محنت کو اتار کر لے گئے۔"

"موحد نے میرے کہنے پہ ہی مجھے انار اتار کر دیے ہیں کیونکہ مجھے انہیں کھانا تھا اور یہ انار میرے گھر میں لگے ہیں تو میں تو کھا سکتی ہوں نا۔ یا میں بھی چور ہوں۔؟" وہ جھٹ سے آگے بڑھی تھی۔ اس کی بات پہ معیز بھائی کا غصہ ایسے ٹھنڈا پڑا جیسے جلتے کوئلوں پہ پانی کا ڈول آ گرا ہو۔

"چلو یہاں سے۔" عشوہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے گھسیٹ کر لے گئی۔ وہ بالکل ساکت سا اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا تھا۔

"وہ مجھے چور کیسے کہہ سکتے ہیں۔؟ میں نے تمہارے کہنے پہ، تم سے پوچھ کر تمہارے گھر کا پھل توڑا تھا۔" اسے لفظ "چور" اپنے لیے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"انہیں نہیں پتا تھا کہ ہم نے انار توڑے ہیں موحد ورنہ وہ ایسے نہ کہتے۔ جب انہیں پتا چلا تو انھوں نے ہمیں جانے دیا۔"

"انہیں جب یہ پتا لگا کہ تم میرے ساتھ تھیں تو انھوں نے ہمیں جانے دیا ورنہ چوری کی سزا میری سزا ہوتی۔۔۔ اگر تم اس میں شامل نہ ہوتیں تو میں چور ہی تھا عشوہ۔۔" عشوہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے بات اسے سمجھائے۔

"وہ ایک غلط فہمی تھی موحد ورنہ ایسا نہ ہوتا۔" عشوہ کو بھی بھائی سے ایسی حرکت کی توقع کہاں تھی اس کے پاس صفائی کے لیے الفاظ کم پڑ گئے تھے۔

"ایسا ہی ہوتا عشوہ۔ کیونکہ انہیں مجھے ڈانٹنے کا موقع چاہیے ہوتا ہے۔" عشوہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"وہ تمہیں کیوں ڈانٹیں گے۔؟"

"کیونکہ وہ مجھے پسند نہیں کرتے۔ اسی لیے وہ مجھے ڈانٹنے اور بے عزت کرنے کا کوئی موقع نہیں جانے دیتے۔ ہمیشہ سے ایسا ہی ہے۔" وہ جانتا تھا کہ معیز بھائی اسے ذاتی طور پہ پسند نہیں کرتے تھے لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس ناپسندیدگی کے پیچھے کی وجہ اس کی ادیبہ باجی تھیں جن کے لیے معیز بھائی نے پی ایم اے سے پاس آؤٹ ہوتے ہی رشتہ بھیجا تھا۔ وہ ان کی بچپن سے دوست تھیں اور اسی دوستی کو وہ پسندیدگی میں بدل چکے تھے۔

ادیبہ باجی بچپن سے ہی اپنے پھپھی زاد سے منسوب تھیں، منسوب کیا تھیں، پھپھو نے زبردستی انہیں اپنی بہو مشہور کر رکھا تھا جس پہ بتول جزبز ہوتی رہتیں لیکن انہیں روک نہیں سکتی تھیں۔ ان کی اسی بات پہ سارا خاندان اس رشتے پہ ایمان لے آیا تھا۔

ادیبہ باجی اپنے نام سے منسوب اس شخص کا نام سن سن کر ان سے اذیت کا شکار ہو چکی تھیں۔ اسی لیے انھوں نے بتول آنٹی کو کہہ کر انکار کہلوا دیا گیا جس سے معیز بھائی کی انا پہ کاری ضرب پڑی تھی۔ اس دن کے بعد سے معیز بھائی ان کی پوری فیملی سے بغض پالے ہوئے تھے جس کا سب سے زیادہ شکار موحد ہوتا تھا کیونکہ وہ سب سے زیادہ ان کے گھر آتا جاتا تھا۔

☆☆☆

عشوہ اور موحد کا بچپن ایک ساتھ گزرا تھا اور جہاں جہاں، جس جس اسکول کالج سے موحد نے پڑھا، عشوہ نے بھی ضد کر کے وہیں داخلہ لیا۔ یہ تو یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے وقت عشوہ کے نمبرز اتنے اچھے نہیں تھے تو دونوں کی یونیورسٹی الگ ہو گئی۔ مضامین بھی مختلف تھے۔ عشوہ نے ایم بی اے کیا تھا اور موحد نے الیکٹریکل انجینئرنگ لیکن عشوہ کو فوراً ہی جاب مل گئی تھی وہ بھی ایک اچھی پوسٹ پہ اور موحد انٹرن شپ کرنے کے بعد ہنوز بے روزگار تھا۔ جو جاب بھی اس کی فیلڈ کی آتی وہ ضرور ہی اپلائی کرتا، انٹرویو بھی اس کا اچھا ہوتا لیکن اسے رکھا نہیں جاتا تھا۔

"تمہیں تو تمہارے معیز بھائی کی بدولت جاب مل گئی۔ اب ہر کوئی میجر، کرنل کا بہن بھائی یا اولاد نہیں ہوتا نا۔" وہ کبھی کبھار اپنی جاب کو لے کر تنگ ہو جاتا تو عشوہ پہ چوٹ کر جاتا۔ جواباً عشوہ خاموش ہو جاتی کیونکہ اسے بھلے نوکری اپنی قابلیت پہ ملی تھی لیکن ایک سچ یہ بھی تھا کہ اس کی کمپنی کے سی ای او معیز بھائی کے اسکول اور کالج کے زمانے کے دوست تھے۔

"تو تم بھی معیز بھائی سے تعلقات کو استعمال کر سکتے ہو۔ تمہارے لیے کوئی پہیہ تو نہیں بٹھا رکھے بھائی جان نے۔" وہ اسے یونہی ہلکے پھلکے انداز میں آفر کرتی رہتی لیکن وہ نہیں ماننے والا، وہ یہ بات بھی جانتی تھی۔

"جاب کروں گا تو اپنی قابلیت کے بل بوتے پہ۔ سفارش کی نوکری میں کبھی نہیں کرنے والا۔ اس سے بندے کا سر جھک جاتا ہے اور میں اپنی قابلیت سمیت سر اٹھا کر چلنے والوں میں سے ہوں۔ اور تمہارے بھائی جان کے سامنے تو میں کبھی اپنا سر نہیں جھکنے دوں گا چاہے کچھ بھی ہو جائے۔" اور اس "کچھ بھی ہو جائے" نے بہت کچھ بگاڑ دیا تھا۔

☆☆☆

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

عشوہ کا جب پہلا رشتہ آیا تو اس نے مما کے سامنے انکار کر دیا۔

"آپ جانتی ہیں کہ میں یہ یہاں شادی نہیں کر سکتی۔ یہاں کیا میں کہیں بھی اور شادی نہیں کر سکتی مما۔" اس کے مطابق جیسے مما کو الہام ہونا چاہیے تھا کہ وہ موحد کے علاوہ کسی کے بارے میں بھی سوچ نہیں سکتی پھر وہ کیسے کسی کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔

"تم کسی کو پسند کرتی ہو عشوہ۔۔؟" اس سوال پہ اس نے ماں کو یوں دیکھا جیسے وہ ایسے سوال کی ان سے بھی توقع نہ کر رہی ہو۔

"آپ جانتی نہیں ہیں مما کہ میں کس کو پسند کرتی ہوں۔۔؟" مما جیسے اس کا جواب جانتی تھیں اسی لیے وہ زیادہ حیران نہیں ہوئیں۔

"میں نہیں جانتی۔" وہ اس کے منہ سے سننا چاہتی تھیں۔

"مما! کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ آپ جانتی بھی ہیں کہ موحد اور میں ایک دوسرے کو کتنا پسند کرتے ہیں۔"

"کیا موحد نے کبھی ایسا کہا۔؟" مما کی بات پہ وہ ہونق نی آنکھیں دیکھنے لگی۔

"بولو عشوہ! کیا موحد نے ایسا کبھی کہا ہے کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔؟" عشوہ ماں کی بات پہ ہنس دی۔

"اس میں کہنے کی کیا بات ہے، میں جانتی ہوں کہ ایسا ہی ہے۔ وہ بھلا میرے علاوہ کسی کے بارے میں سوچ بھی کیسے سکتا ہے۔" وہ اس معاملے میں بہت پر اعتماد تھی جس پہ مما نے تاسف سے سر ہلا دیا۔

"وہ سوچ سکتا ہے عشوہ اور شاید وہ سوچتا ہو گا۔ بہتر ہے کہ تم اس سے پہلے یہ بات کنفرم کر لیتیں کیونکہ اس کے خاندان میں یہ تاریخ دہرائی جا سکتی ہے اب ہم یہ افورڈ نہیں کر سکتے۔" اس نے ناسمجھی سے ماں کو دیکھا۔

"کیسی تاریخ۔؟"

"جس جگہ تم کھڑی ہو بہت وہاں تمہارے بھائی جان کھڑے تھے۔ اور جہاں موحد ہے وہاں اوریہ تھی۔ بہت اچھی دوستی اور انڈرسٹینڈنگ تھی دونوں میں لیکن جب معیز نے باقاعدہ رشتہ بھجوایا تو اوریہ نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ معیز اور وہ تو بس اچھے دوست تھے۔ وہ معیز کو ایک دوست کے طور پہ بہت پسند کرتی ہے لیکن بطور لائف پارٹنر تو ہمیشہ سے اپنے پھپھی زاد کو پسند کرتی آئی ہے کیونکہ وہ بچپن سے اسی سے منسوب ہے۔" یہ سب عشوہ کے لیے نیا تھا اسی لیے وہ شاکڈ سی ماں کو دیکھ رہی تھی۔ یکدم معیز بھائی کی ساری ناپسندیدگی کھل کر سامنے آ گئی تھی۔ موحد ٹھیک کہتا تھا کہ وہ اسے ناپسند کرتے تھے۔ ایک وہی تھی جو سمجھ نہیں پائی۔

"اب وہی سب تم دہرانے کھڑی ہو عشوہ۔ اسی لیے پوچھ رہی ہوں کہ کیا موحد نے کبھی کہا کہ وہ تمہیں پسند کرتا ہے۔ نہیں نا۔؟ تو تم یہ غلط فہمی کیوں پال رہی ہو۔ بہتر ہے کہ تم اس سے کلیئر کر لو۔ ورنہ کل کو وہ بھی اوریہ کی طرح یہ کہہ کر ایک طرف ہو گیا کہ ہم دونوں تو بس دوست تھے تو تمہارا کیا ہو گا۔" عشوہ ساکت رہ گئی تھی۔

مما کی بات نے اسے اندر تک جھنجوڑ دیا تھا۔ وہ اس رات سو نہیں سکی تھی۔ صبح وہ آفس ضرور چلی گئی لیکن کوئی کام ڈھنگ سے نہیں ہو سکا۔ کئی غلطیاں وہ کام کے دوران کر کے باس سے ڈانٹ سن چکی تھی، غائب دماغی میں دوسروں کا کام غلط کروا چکی تھی۔ اور اس بے کلی اور بے چینی کی کیفیت میں وہ مزید ایک دن بھی نہیں گزار سکتی تھی۔ جو باتیں کل طے ہونا تھیں۔ وہ آج، ابھی کیوں طے نہ کر لی جاتیں۔ اس نے اسی رات موحد سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"کل میرا ایک رشتہ آیا ہے موحد۔" وہ رات کھانے کے بعد کالونی میں ٹہلنے نکلی تھی۔ بیل بجا کر اس نے موحد کو بھی بلا لیا تھا۔ وہ دونوں اکٹھے [illegible]

گزر رہے تھے جب عشوہ نے یک دم ذکر کر دیا۔ وہ کسی تمہید میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مبارک ہو۔ کون ہے اور کیا کرتا ہے۔؟" اس نے گھور کر موحد کو دیکھا کہ کیا وہ سچ مچ کی مبارک باد دے رہا تھا یا طنز کر رہا تھا لیکن طنز تو کہیں دور دور تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ مکمل سنجیدہ تھا۔

"معیز بھائی کے کولیگ کا بھائی ہے۔ بینکر ہے آرمی میں۔"

"معیز بھائی لائے ہیں رشتہ تو پرفیکٹ ہی لائے ہوں گے۔" معیز بھائی کے ذکر سے ہی اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔

"مجھے کیا کرنا چاہیے موحد۔؟"

وہ جو اس سے براہ راست بات کرنے کا سوچ کر نکلی تھی، اب ہمت نہیں کر پا رہی تھی کہ اس سے دوٹوک اپنے ہی رشتے کے بارے میں بات کر سکے۔ ابھی وہ اتنی بھی بولڈ نہیں ہوئی تھی کہ اس سے اپنی اور اس کی شادی کا معاملہ ڈسکس کر سکے۔ آخر کچھ بھی تھا، وہ بھی تو ایک لڑکی ہی تھی۔

"تم بھلا کیا کرو گی اور تم کر بھی کیا سکتی ہو۔ معیز بھائی کو تم انکار کر سکو گی کیا جو تمہارے لیے ہمیشہ بہترین سوچتے ہیں۔ وہ یقیناً ایک بہترین لڑکا ڈھونڈ کر لائے ہوں گے جس کی نوکری بھی شاندار ہے۔" عشوہ کا دل ڈوب گیا تھا لیکن اس سے پہلے وہ یہ نہیں دیکھ سکی کہ موحد کا لہجہ کچھ عجیب ہوا تھا۔

"کیا بس یہی کچھ بہت ہوتا ہے شادی کے لیے۔؟"

"تو اور کیا ہوتا ہے۔ اب میں اتنا اچھا ہوں لیکن کتنے عرصے سے بے روزگار ہوں تو میری یہ خوبی کس کام کی، جب میری جیب خالی ہے۔ لڑکے کی شکل، عقل سے زیادہ اس کی جیب دیکھی جاتی ہے مائی ڈیئر فرینڈ۔ اور اس دور میں تو بہت زیادہ ہی دیکھی جاتی ہے۔ اگر وہ اچھی ہے تو سمجھو سب اچھا ہے۔ مستقبل محفوظ ہے۔ اور میں کسی لڑکی کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ شادی تو تب ہی کرنا چاہیے جب آپ کسی کی ذمہ داری اٹھا سکیں۔ ابھی تو میں خود ماما کی طرف دیکھتا ہوں کہ وہ میری ضروریات پوری کریں۔ سو اس دور میں اتنی اچھی جاب والا لڑکا کسی نعمت سے کم نہیں ہے۔"

عشوہ سے اس بات کو مزید بڑھانا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ مکمل کرنا سکی لیکن اسے منع ہی کر رہا تھا۔

"مطلب تم کسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتے جب تک کہ تمہیں نوکری نہیں ملے گی۔؟" وہ اس سے جواب چاہتی تھی۔ موحد ہنس دیا۔

"ان فیکٹ کوئی لڑکی مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہے گی جب تک کہ میرے پاس نوکری نہیں ہے۔ ایک بے روزگار انسان سے کون پاگل شادی کرنا چاہے گا۔ اور کون ماں باپ اپنی بیٹی کو ایسے بے روزگار کے پلے باندھنا چاہیں گے۔" عشوہ کا دل کیا کہ وہ کہہ دے کہ وہ پاگل میں ہوں جو تم سے ہر قیمت پہ شادی کر سکتی ہے، وہ ماں میری ماں ہوں گی جو بنسی خوشی تمہارے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیں گی لیکن وہ نہیں کہہ سکی۔ کچھ بھی نہیں کہہ سکی۔ یہ سب کہنا بالکل بھی آسان نہیں تھا۔ بچپن سے ہر بات اپنے بہترین دوست سے کہنے والی عشوہ رمیض یہ بات اپنے منہ سے اسے نہیں کہہ سکی۔

موحد کا جواب وہ جان چکی تھی۔ لیکن اب وہ یہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ نوکری ملنے کے بعد کیا کرے گا۔ کیا وہ اس سے شادی کرے گا یا نوکری صرف ایک بہانا ہے جو وہ بیچ میں لا رہا ہے۔ یا جیسا مما نے کہا تھا کہ وہ اسے پسند کرتا ہے تو بس ایک دوست کے طور پہ پسند کرتا ہے۔ شادی کے لیے پسندیدگی ان کے درمیان کبھی تھی ہی نہیں۔ تو اس "پسند" کے پیمانے کو وہ ناپنا چاہتی تھی۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں اسے بطور لائف پارٹنر پسند آؤں گی؟" موحد اسے دیکھے بنا ہنس دیا۔

"ایسے تو تم کسی کو کیا ہی پسند آؤ گی یار۔ ایسے تو تم مجھے بھی پسند نہیں آ سکتیں جو بچپن سے تمہارے ساتھ ہے تو اس بے چارے کا کیا قصور۔؟"

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

یہ مذاق تھا اور موحد ایسے مذاق کرتا رہتا تھا لیکن عشوہ کو پہلی بار یہ مذاق سچ لگا تھا اور اتنی بری طرح لگا تھا کہ وہ ہل کر رہ گئی تھی۔

''ہم بچپن سے ساتھ ہیں، تب بھی تم میرے اس حلیے کو قبول نہیں کر سکے؟ تم مجھے پسند نہیں کرتے اپنے لیے۔''

اسے لگا وہ رو دے گی۔ وہ دنیا کے منہ سے اپنے اوپر ہزار باتیں سن سکتی تھی، ہمیشہ سنتی بھی رہی تھی لیکن وہ اس کے منہ سے ایسے الفاظ سنے گی، اس بات کا اسے گمان نہیں تھا۔

''کیوں نہیں کرتا۔ تم دوست ہو میری۔ اور جب کسی سے دوستی کی جاتی ہے تو اس کی خامیوں خوبیوں سمیت اسے قبول کیا جاتا ہے لیکن یہاں میں نے اپنی چوائس کی بات کی ہے۔''

تو واضح ہو گیا کہ چوائس اور دوستی میں فرق ہے۔ دوست اور جیون ساتھی مختلف رشتے تھے۔ موحد اس سے محبت نہیں کرتا تھا کیونکہ وہ تام بوائے قسم کی لڑکی تھی۔ وہ اس کے معیار کے مطابق نہیں تھی۔ وہ اس معیار پہ پوری نہیں اتری تھی جو اس نے اپنی بیوی کے لیے سوچ رکھا تھا۔ وہ تھیں دوست تھی اور دوست کسی بھی طرح کے ہوں، اچھے لگ سکتے ہیں۔ لائف پارٹنر نہیں۔

''تو مجھے ہاں کر دینی چاہیے؟'' موحد کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا تھا۔ عشوہ کو لگا تھا کہ وہ اس کے جواب کی تاب نہیں لا سکے گی۔ وہ نظریں چرا گیا اور اس کا یہ نظریں چرانا عشوہ سے چھپا نہیں رہ سکا۔

جواب تو مل چکا تھا۔ اب وہ جواب دیتا نہ دیتا۔

''آخر یہ رشتہ معیز بھائی لائے ہیں۔'' جب موحد بولا تو اسے اپنا آپ زمین کی تہوں میں اترتا محسوس ہوا۔ حلق میں نمک کا گولا پھنسا۔ اس نے سر ہولے سے اثبات میں ہلایا۔ واقعی یہ رشتہ معیز بھائی لائے تھے اور وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ موحد کا معیز بھائی سے کینہ دنیا کے ہر تعلق سے اوپر تھا۔

اسے کچھ بھی کہے بنا وہ گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ یہ مزید کھڑی رہتی تو نمک کی ڈلی بن کر اس کے سامنے گھل جاتی۔

موحد نے اسے جاتا دیکھا اور اپنی آنکھیں کرب سے بند کر لیں۔ وہ جان چکا تھا کہ وہ اس سے اتنی دیر سے کیا جاننا چاہ رہی تھی اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا جواب وہ دے چکا تھا۔

اگلے دن ہی عشوہ نے بنا مزید وقت ضائع کیے مما کو رشتے کے لیے ''اوکے'' کہہ دیا تھا۔

''تم نے موحد سے بات کی۔۔۔؟'' وہ ٹھیک سے سمجھ نہیں پا رہی تھیں کہ وہ اس کے مان جانے پہ خوش ہوں یا اس کے دل ٹوٹ جانے پہ ماتم کریں۔

''آپ نے ہی تو کہا تھا نا مما کہ اس خاندان کی تاریخ ہے دوستوں کو بس دوست ماننا اور محبت تک آنے ہی نہ دینا۔''

مما اس کی متورم آنکھیں دیکھ کر کافی کچھ جان گئیں۔ موحد نے بھی وہی کیا تھا جو ادیبہ کر چکی تھی۔ اس کے پاس معیز کو رد کے لیے اس کا کزن وجہ تھی پر موحد کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی۔

ایک سرد آہ بھر کر اپنا محبت بھرا ہاتھ اس کے سر پہ دھر کر وہ چلی گئیں۔

☆☆☆

لڑکے والوں کی طرف سے جب باقاعدہ رشتہ طے ہونا تھا تو ان کی طرف سے فون کیا گیا تھا کہ لڑکے لڑکی کا ایک دوسرے کو دیکھ لینا بہتر ہے۔ مما کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔

''موحد شام میں تم ضرور آنا بیٹا۔ تمہاری بیسٹ فرینڈ کی بات پکی ہونے جا رہی ہے۔''

صبح ہی مما سے کیک سیٹ کی سینٹرل پلیٹ ٹوٹ گئی تھی۔ اب اتنی جلدی میں وہ بتول آنٹی سے ہی ادھار کر سکتی تھیں۔ جب سیٹ لینے گئیں تو واپسی پہ لاؤنج میں صوفے پہ لیٹے موحد کو بھی مدعو کیا۔

مما کی بات پہ وہ اپنی جگہ سے اچھلا تھا۔

''بات پکی ہونے جا رہی ہے۔۔؟ آخر اتنی جلدی کیا تھی آپ کو آنٹی۔ تھوڑا انتظار تو کر لیتیں۔''

''کس بات کا انتظار بیٹا۔۔؟'' ان کے سوال نے موحد کو چپ لگا دی تھی۔ اس کے پاس واقعی اپنے کہے جملے کی کوئی وجہ نہیں تھی کہ وہ انھیں کس بات کا انتظار کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

''جب رشتہ اچھا ہو تو لڑکی کو خواہ مخواہ گھر بٹھانے کی میں قائل نہیں ہوں۔'' بتول آنٹی ان کی بات پہ زبردستی مسکرا دیں۔ ان کی مسکراہٹ ایک دم کھوکھلی تھی۔ وہ عشوہ کو موحد کے حوالے سے کتنا چاہتی تھیں، یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں تھا لیکن موحد کے بے روزگار ہونے کی وجہ سے وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھیں۔ کس بنیاد پہ وہ رشتے کی بات چلاتیں۔ سال سے زیادہ ہو چکا تھا اسے گھر بیٹھے اور نوکری ڈھونڈتے۔

''تم شام میں ٹائم سے آ جانا۔ چھ بجے تک وہ لوگ پہنچ جائیں گے۔'' موحد نے سر ہلا دیا۔

''انھوں نے ادیبہ کا بدلہ لیا ہے۔'' اسوہ کے جانے کی دیر تھی کہ بتول آنٹی بولے بنا رہ نہیں سکیں۔

موحد چونکا۔

''کون سا بدلہ۔۔؟''

''ادیبہ نے معیز کے رشتے سے انکار کیا تھا اسی لیے وہ عشوہ کے لیے تمہارے رشتے سے انکار کر رہی ہیں۔''

''واٹ۔۔؟'' وہ اپنی جگہ سے اچھلا۔

''یہ کس نے کہا کہ انھوں نے میرے رشتے سے انکار کیا ہے۔ میرا رشتہ گیا ہی کب ہے مام کہ وہ انکار کرتیں۔۔؟ ادیبہ باجی نے معیز بھائی کے لیے انکار کیا تھا۔ یہ بات اسے کچھ عرصے پہلے ہی معلوم ہوئی تھی۔ اسی لیے اس کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ نئی بات تو وہ تھی جو مام کر رہی تھیں۔

''میں نے ایک بار اشاروں میں اظہار کیا تھا۔ اتنی نا سمجھ تو نہیں ہیں اسوہ کہ میری بات سمجھ نہ سکی ہوں۔ جب میں اشارہ دے چکی تھی تو کیا ضرورت تھی اتنی جلدی دکھانے کی۔ کچھ عرصہ انتظار کر لیتیں۔ لگ ہی جاتی تمہاری نوکری بھی۔ لیکن انھوں نے اتنے سالوں پرانا بدلہ جو لینا تھا۔ اسی لیے آنا فانا عشوہ کی بات پکی کر رہی ہیں۔''

بتول آنٹی کو بہت گلہ تھا۔ وہ غصے سے کھول رہی تھیں۔ موحد نے تاسف سے سر ہلایا۔

''مام! ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔ ہم دونوں اچھے دوست ہیں۔ اور ضروری نہیں ہے کہ دوستیاں رشتے داریوں میں بدل جائیں۔ ویسے بھی عشوہ مجھے اس رشتے کے بارے میں پہلے سے بتا چکی تھی۔ میری رائے بھی مانگی تھی اس نے۔ میں نے ہی کہا تھا کہ وہ ''ہاں'' کر دے کیونکہ لڑکے کی جاب بہت اچھی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ رشتہ معیز بھائی کے توسط سے ہو رہا ہے۔ پھر وہ لوگ کیسے انکار کر سکتے ہیں۔''

کرنل رمیض کی وفات کے بعد سے اس گھر کا کرتا دھرتا معیز ہی تھا اسی لیے اسوہ وہی کچھ کرتیں جو معیز کہتا تھا۔

''تو تم پسند نہیں کرتے عشوہ کو۔۔؟'' مام کو اور کوئی بات سمجھ میں آئی ہو یا نہ آئی ہو، یہ ضرور آ گئی تھی کہ ان کا بیٹا خوش دلی سے عشوہ کو شادی کے لیے ہاں کرنے کا کہہ چکا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے اس فیصلے پہ حیران سے زیادہ پریشان تھیں۔

''پسند کیوں نہیں کرتا۔ دوست ہے وہ میری۔ ان فیکٹ بیسٹ فرینڈ ہے لیکن اس کا مطلب اب یہ تو نہیں ہے کہ شادی بھی کر لوں اس سے۔ شادی کے لیے جیسی لڑکی چاہیے ہوتی ہے عشوہ ویسی نہیں ہے مام۔''

''کیا کمی ہے اس میں۔۔؟'' انھیں موحد پر غصہ آ رہا تھا ایسا ہی غصہ بہت سال پہلے ادیبہ کی کم عقلی پہ آیا تھا۔

''اس کا حلیہ دیکھا ہے آپ نے۔؟'' انھوں نے اس کے جواب پہ سر تھام لیا۔

''موحد! حلیے بدل جایا کرتے ہیں۔ اور لڑکیاں تو شادی کے بعد سرتاپا بدل جاتی ہیں۔ زندگی حلیوں کے بل بوتے پہ تھوڑا گزاری جاتی ہے۔۔

Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

۔۔۔ یہ بھی تو سوچو کہ اتنی پرانی دوستی ہے تم دونوں کی۔ کتنا سمجھتے ہو تم دونوں ایک دوسرے کو۔ کتنی عادت ہے تم دونوں کو ایک دوسرے کی۔ کیسے رہو گے اس کے بغیر جب اس کی شادی ہو جائے گی تو۔ یہ نہیں سوچا تم نے۔ اور سوچا بھی تو بس یہ کہ اس کا حلیہ ایسا ہے۔ ارے عقل مندا تم نے اس کے اور اپنے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔" وہ چپ چاپ اب ماں کو دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ اپنی جگہ ٹھیک تھیں۔ لیکن وہ بھی کیا کرتا۔ وہ انھیں اپنی مجبوری نہیں سمجھا سکتا تھا۔

☆☆☆

شام میں وہ تیار ہو کر جب رمیض ہاؤس پہنچا تو معیز بھائی بھی وہیں موجود تھے۔ ڈرائنگ روم میں بیٹھے وہ فون پہ کسی سے بات کر رہے تھے۔ اسے دیکھا ان دیکھا کر دیا۔ وہ بھی دل میں شکر ادا کرتا، چپ چاپ جان بچا کر کچن کی طرف چلا گیا جہاں اسوہ کھانے کے انتظامات دیکھ رہی تھیں۔

"شکر ہے وقت پر آ گئے۔ اوپر چلے جاؤ بیٹا۔ عشوہ کمرے میں ہی ہے۔ ابھی ان سے بات ہوئی ہے، وہ لوگ بھی بس پہنچ ہی رہے ہیں۔"

وہ سر ہلاتا اوپر عشوہ کے کمرے میں چلا گیا۔ دستک دے کر وہ اندر داخل ہوا تو وہ بیڈ پہ عام سے حلیے میں بیٹھی ہوئی سرخ ناک سے سوں سوں کر رہی تھی۔ یقیناً وہ اس کے آنے سے پہلے رونے کا کام ہی کر رہی تھی۔

"کیا ہوا۔ یہ شکل پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں۔؟"

اس کا حلیہ گھر والے حلیے سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھا۔ بس فرق اتنا تھا کہ پہ شارٹ فراک پہنے اس نے گلے میں ایک چھوٹا سا اسٹول بھی اوڑھ رکھا تھا۔ بالوں کو اس نے اسی طرح اونچی سی پونی میں مقید کر رکھا تھا اور کسی بھی قسم کے میک اپ سے بے نیاز وہ ہمیشہ کی طرح معصوم سی لگ رہی تھی۔

"مجھ سے میک اپ ٹھیک نہیں ہوتا اور مما کہہ کر گئی تھیں کہ کچھ لگا لینا منہ پہ۔۔۔ بھابھی آئی نہیں ہیں سیالکوٹ سے اور اوپر سے باجی بھی یہاں نہیں ہیں ورنہ وہی کچھ لیپا پوتی کر دیتیں۔"

"کہو تو میں ٹرائی کروں۔؟" اس کے ڈریسنگ پہ سرسری سی نظر ڈال کر اس نے مطلوبہ میک اپ کا سامان ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا۔ اس کے ڈریسنگ پہ میک اپ کا کیا کام تھا۔

"مجھے انسان دکھنا ہے، کارٹون نہیں۔"

"اس سے زیادہ انسان بنا دوں گا۔ اور بے فکر رہو جتنا کارٹون تم ہو اس سے زیادہ دکھنے کا مزید کوئی امکان ہے بھی نہیں۔" اس کی بات پر عشوہ کے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔ وہ ایسی روندو لڑکی کبھی نہیں رہی تھی جیسے اب رو رہی تھی۔ موحد کے تو ہاتھ پیر پھول گئے۔

"کیا ہو گیا بھئی۔ مذاق تھا یہ۔ یقین جانو، سراسر مذاق تھا۔ لیکن تم ان دنوں بالکل کوئی مذاق سمجھنے کے قابل نہیں رہیں۔" اپنے سر پہ چپت لگاتے اس نے آئندہ مذاق کرنے سے توبہ کر لی۔

"تم ویسے ہی تیار ہونا چاہتی تو مت ہو۔ ایسے بھی ٹھیک بلکہ بالکل ٹھیک ٹھاک لگ رہی ہو۔ آنٹی کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا اگر تم ایسے ہی چلی گئیں تو۔ بس ایک کام کرو کہ اپنے کوئی چھوٹے موٹے ٹاپس نکال کر کانوں میں پہن لو اور گلے میں کوئی چین شین ڈال لو۔ پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ میں ساتھ کہہ دوں گا کہ ہماری لڑکی سادہ سی ہے۔ میک اپ نہیں کرتی۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے خاموش کروائے۔ عشوہ سوں سوں کرتی ٹشو ناک سے رگڑتی رہی اور وہ نیچے کشن پہ بیٹھا، ڈبہ گود میں رکھے، بار بار اسے ٹشو نکال کر دیتا رہا۔

"بس شادی کی بات ہوتی نہیں اور تم لڑکیوں کے آنسو بہنے لگ جاتے ہیں۔"

"ہاں تو سب کو چھوڑ کر جانا بھی تو ہمیں ہی ہوتا ہے۔ تم لڑکوں کو نہیں۔ کبھی چھوڑنا پڑے تو پوچھوں۔"

ہے۔"

اتنے میں نیچے گاڑیوں کے رکنے اور دروازے کھلنے بند ہونے کی آوازیں آئیں۔ وہ ایک جست میں کھڑا ہوا۔

"آ گئے ہیں وہ لوگ۔" موحد عشوہ کو وہیں چھوڑ کر کھڑکی کے پردے ذرا سے سرکا کر نیچے دیکھنے لگا۔

ایک آنٹی گاڑی کی پچھلی نشست سے اور اگلی نشست سے ایک سادہ سے انکل برآمد ہوئے۔ آنٹی کے ساتھ ہی ایک بارعب سی شخصیت والے صاحب بھی باہر نکلے تھے جو یقیناً معیز بھائی کے کولیگ تھے کیونکہ معیز بھائی بڑے پرتپاک سے ان سے مل رہے تھے۔ ڈرائیونگ سیٹ سے جو لڑکا برآمد ہوا تھا، وہ یقیناً "لڑکا" ہی تھا جو قدرے اونچا لمبا اور سانولی رنگت کا عام سے نقوش کا حامل تھا۔

"یہ تو کسی گوریلے سے کم نہیں۔" عشوہ اس کے کاندھے سے جھانک کر نیچے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ان کی شکلوں پہ لکھا ہے کہ یہ رشتہ طے کرنے کی غرض سے ہی آئے ہیں۔"

"تو تمہیں اعتراض ہے کیا۔؟" وہ پلٹ کر ڈریسنگ کی طرف چلی گئی۔

"میں کون ہوتا ہوں اعتراض کرنے والا۔؟ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ معیز بھائی کے سامنے تمہیں بھی کوئی اعتراض نہیں کرنے دیا جائے گا۔"

عشوہ نے اسے کچھ شاکی نظروں سے گھورا تو اس نے شانے اچکائے۔

"وہی ہوتا ہے۔ جو معیز بھائی چاہتے ہیں۔" وہ جتائے بغیر رہ نہیں سکا۔

ان تینوں کی فیلڈ بھی معیز بھائی نے اپنی مرضی سے رکھوائی تھی حالانکہ مونس اور معین اپنی مرضی کے مطابق سی اے اور میڈیکل پڑھنا چاہتے تھے۔ معیز بھائی نے اس وقت بھی خاصی لمبی تقریر جھاڑی تھی کہ معین میڈیکل نہیں پڑھ سکتا اور مونس کا سی اے کرنے کا یارا نہیں ہے۔ پھر ان دونوں نے چپ چاپ اچھا، بیبا بچہ بنتے ہوئے ایم بی اے اور فارمیسی پڑھ لی تھی۔ آج وہ اپنی اپنی فیلڈ میں کامیاب تھے اور انھیں یاد بھی نہیں رہا تھا کہ وہ کیا پڑھنا چاہتے تھے لیکن موحد کو یہی لگتا تھا کہ وہ اس سے زیادہ کامیاب ہو سکتے تھے اگر وہ اپنی پسند کے مضامین میں آگے جاتے۔

"معیز بھائی نے کبھی کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی، نہ ہی کسی پہ ناجائز فیصلے مسلط کیے ہیں۔ وہ پپا کے بعد اس گھر کے ہیڈ ہیں۔ جو سوچتے ہیں، ہم سب کی بہتری کے لیے ہی سوچتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کو، چیزوں کو ہم سے بہتر پرکھتے ہیں، بہتر جانتے ہیں۔" وہ اکثر ہی اس کے سامنے معیز بھائی کی طرف داری کرتی تھی۔ ابھی بھی وہ یہی کر رہی تھی۔

"تو پھر کس بات کی ٹینشن ہے۔ اگر لوگ ٹھیک نہ لگے تو منع کر دینا۔"

"لوگ ٹھیک ہی ہوں گے ورنہ معیز بھائی انھیں بلاتے کیوں۔؟" موحد نے اس کی بات کی تائید میں سر ہلایا۔

"ہاں، وہ ہمیشہ ٹھیک ہی ہوتے ہیں۔ انھیں جو اچھا لگتا ہے، وہ اچھا ہی ہوتا ہے اور جو برا لگتا ہے، وہ برا ہی ہوتا ہے جیسے کہ میں۔" عشوہ نے اسے دکھ سے دیکھا۔ موحد نے سر جھکا کر ہونٹ بھینچ لیے۔

"چلو تم نیچے..... میں تمہارے پیچھے آتی ہوں۔" اپنا عکس آئینے میں دیکھ کر وہ اسے کہنے لگی۔ موحد باہر نکل گیا تو اس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی۔

"شاید موحد بھی مجھ سے محبت کرتا ہے لیکن معیز بھائی کی وجہ سے وہ کہنا نہیں چاہتا کیونکہ اسے لگتا ہے کہ معیز بھائی کبھی نہیں مانیں گے۔"

جلدی جلدی ٹاپس کانوں میں ڈالتے اس نے ایک نازک سی چین نکال کر گلے میں ڈالی۔ یہ پہلا تجربہ تھا، اسی لیے اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ رہے تھے۔

"لیکن وہ مجھ سے تو کہہ سکتا تھا نا۔ میں معیز بھائی کو منا ہی لیتی مگر اس نے تو اقرار کرنا بھی ضروری

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

نہیں سمجھا۔" آخری دفعہ خود پہ نظر ڈال کر وہ باہر کی جانب بڑھی۔

"مان لو عشوہ! اگر تم اس کے ٹیسٹ کی نہیں ہو۔" باہر نکل کر دروازہ بند کرتے آخری بات اس نے خود سے کہی تھی اور اس بات نے اسے نئے سرے سے دکھی کیا تھا۔

☆☆☆

مہمانوں کے درمیان بیٹھ کر کئی سوالات کے جوابات دیتے ہوئے موحد اسے پہلو بدلتے دیکھتا رہا تھا۔ وہ کتنا ڈسٹرب ہو رہی ہوگی، اس کی اس کیفیت کو وہ بخوبی سمجھ رہا تھا۔ انکل اور کامران بھائی اس سے بھی گاہے بگاہے بات چیت کر رہے تھے۔ اس کی جاب اور دلچسپیوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ عدنان البتہ اس سب میں خاموش ہی بیٹھا رہا تھا۔ وہ بس معیز بھائی اور مونس کے پوچھے گئے سوالات کے ہی جوابات دے رہا تھا۔

"بیٹا! آپ باہر جا کر بات کرنا چاہیں تو چلے جائیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیوں بھابھی؟"

مسز کرامت نے عدنان کو اتنا خاموش دیکھا تو ان دونوں کو اکیلے بات کرنے پہ اکسایا حالانکہ عشوہ کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن اس بات کے بعد معیز بھائی نے اسے اشارتاً عدنان کے ساتھ باہر جانے کے لیے کہا تو اسے چار و ناچار اٹھنا ہی پڑا۔

"موحد! تم بھی ساتھ چلے جاؤ بیٹا۔" مما نے نرمی سے کہتے موحد کو بھی اشارہ کیا۔ موحد کچھ گڑبڑایا اور کچھ کھسیا کر ادھر ادھر دیکھا۔ اسے اپنا ساتھ جانا کچھ مناسب نہیں لگ رہا تھا لیکن اب اسوہ آنٹی جو کہہ رہی تھیں تو وہ کیسے ٹالتا۔

"موحد جا کر کیا کرے گا مما؟" معیز بھائی نے سرسری سے انداز میں اعتراض کیا تو موحد وہیں تھس ہو گیا۔

"موحد۔" اسوہ آنٹی نے موحد کے نام کو ذرا کھینچا۔ "جاؤ بیٹا۔ انھیں کمپنی دو۔" انہوں نے بیٹے کے اعتراض کو مکمل نظر انداز کیا اور موحد کو اس بار تاکید کی تو اسے پیچھے جانا ہی پڑا۔

وہ تینوں باہر لان چیئرز پہ آ کر بیٹھ گئے۔

"اور کیا مصروفیات ہیں آپ کی۔۔۔؟"

"جاب اور گھر۔" وہ سر جھکائے انگلیوں کے کڑاکے نکال رہی تھی جس سے عدنان کوفت زدہ ہو رہا تھا۔

"گھر پہ کیا مصروفیات ہیں۔۔۔؟"

"عشوہ کی کوکنگ بہت اچھی ہے۔ وہی ٹرائی کرتی رہتی ہے میری مام کے ساتھ۔" جواب موحد نے دیا تو عدنان نے پہلے اسے پھر عشوہ کو دیکھا۔

"کوکنگ کے علاوہ اور کچھ۔۔۔؟" اس بار عشوہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ عشوہ اور موحد نے ایک ساتھ ایک دوسرے کو دیکھا۔

"سیاحت کا بہت شوق ہے عشوہ کو۔" عشوہ سے پہلے موحد کے منہ سے پھسلا۔ عدنان نے ناگواری سے موحد کو دیکھا۔

"یہ گونگی تو نہیں ہیں غالباً۔۔؟"

"بالکل بھی نہیں۔" موحد کچھ نادم ہوا۔

"تو انھیں جواب دینے دیجیے نا۔ ویسے بھی یہ ہم دونوں کی ملاقات ہے تو آپ کا بولنا بلکہ ہونا مناسب نہیں لگ رہا۔"

موحد کا اس جتک سے چہرہ تمتما اٹھا۔ وہ کون سا وہاں شوق سے کباب میں ہڈی کا درجہ پانے آیا تھا۔ یہ تو اسوہ آنٹی نے اسے زبردستی وہاں بھیجا تھا۔

وہ جھٹ سے اٹھا تاکہ سیدھا اپنے گھر جا سکے لیکن جوں ہی وہ عشوہ کے قریب سے گزرا، اس کا ہاتھ عشوہ نے بڑھ کر تھام لیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو عشوہ نے ملتجی نظروں سے سر دائیں بائیں ہلایا کہ وہ اسے چھوڑ کر مت جائے۔ موحد نے گہرا سانس لیا اور واپس اپنی جگہ سنبھال لی۔

"مسٹر صاحب! مجھے آنٹی نے بطور خاص یہاں بھیجا ہے کہ آپ دونوں کو کمپنی دوں اور عشوہ بھی نہیں چاہتی کہ میں یہاں سے جاؤں تو مجبوراً ہی سہی لیکن آپ کو مجھے برداشت کرنا پڑے گا۔" عدنان نے ناگواری سے گردن ہاں میں ہلائی اور عشوہ کے چہرہ کی رونق بحال ہوئی۔

باقی کی گفتگو میں عدنان کم ہی بولتا پایا گیا۔ موحد ہی سوالات کرتا رہا۔ عشوہ تو یوں بھی خاموش ہی رہی تھی کہ اس کے بعد عدنان نے اسے مخاطب نہیں کیا۔ وہ جلد ہی ان دونوں سے معذرت کرتا اندر چلا گیا تھا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد معیز بھائی نے گیٹ پہ کھڑے کھڑے ہی اپنے گھر کی جانب جاتے موحد کو دیکھتے ہوئے مما سے کہا۔

"کیا ضرورت تھی موحد کو بلوانے کی۔۔؟"

"وہ عشوہ کا دوست اور اس فیملی کا حصہ ہے۔ موحد کے ہونے سے اسے تسلی رہتی، اسی لیے بلوایا تھا۔" معیز بھائی پھر کچھ نہیں بولے۔

"تھینک یو مما۔ موحد کو میرے ساتھ باہر بھیجنے کے لیے۔" وہ اندر داخل ہوئیں تو عشوہ ماں سے لپٹ گئی۔ انہوں نے اس کے گال تھپک کر پیار سے اس کا ہاتھ چوما۔

"مائی پلیژر میری جان۔" عشوہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

آخری سیڑھی پہ غائب ہوتی عشوہ کو دیکھ کر انھوں نے کچھ سوچا اور پھر برتنوں کو ٹرالی پہ رکھنے لگیں۔

☆☆☆

اگلی صبح ہی مسز کرامت کا فون عشوہ کے اٹھنے سے پہلے ہی آ چکا تھا۔ مما نے عشوہ کو خوش خبری سنائی کہ ان لوگوں کو یہ رشتہ قبول ہے۔ معیز بھائی اسی صبح ناشتہ کر کے واپسی کے لیے نکل گئے تھے۔ اس کی ملاقات نہیں ہو سکی لیکن وہ یہ خبر سن کر بہت اداس تھی۔ مونس اور معین نے بھی اس سے اداسی کی وجہ نہیں پوچھی، نہ ہی اسے رشتے کے حوالے سے اسے چھیڑا تھا۔ یہ بات کچھ تعجب خیز تھی۔

"شاید میری طرح یہ دونوں بھی اس رشتے سے خوش نہیں ہیں۔" یہی ایک وجہ اس کی سمجھ میں آئی تھی ورنہ ان تینوں میں بہن بھائیوں والی نوک جھونک لگی رہتی تھی۔

"موحد! اب عشوہ کی ساری شاپنگ تم ہی اسے کروانا۔ یوں بھی اس کے بھائی خاصے مصروف ہوتے ہیں اور اکیلے تو وہ کبھی جائے گی نہیں۔"

مما مٹھائی دینے ان کے گھر گئیں تو موحد کو تاکید کی۔ وہ سر جھکائے ان کی بات سنتا رہا۔ بتول آنٹی اندر ہی اندر تلملاتی رہیں۔ مما اپنی بات مکمل کر کے مطمئن سی واپس آ گئیں۔ وہ نجانے کتنی دیر بڑبڑاتی رہیں۔

☆☆☆

اگلے دن ایوبیہ سے نتھیا گلی کی طرف جاتے ہوئے ایک مشہور ہوٹل میں عشوہ کو اپنے باس سے ملنا تھا۔ باس چونکہ ان دنوں اپنی فیملی کے ساتھ چھٹیاں گزارنے یہیں آئے ہوئے تھے اور مزید ان کا آگے شمالی علاقہ جات کی طرف نکلنے کا ارادہ تھا اسی لیے ایک اہم پروجیکٹ کی فائلز پہ ان کے دستخط کروانے اور انھیں ڈسکس کرنے عشوہ کو لاہور سے یہاں آنا پڑا تھا۔

بادل بالکل نیچے اترے ہوئے تھے اور کسی بھی وقت بارش کی صورت دھار سکتے تھے۔

"اتنے حسین موسم میں باس سے میٹنگ کرنے کون جاتا ہے۔۔۔؟" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے موحد اسے چھیڑ رہا تھا۔

"فارغ ہو جاؤں تو پھر نکلتے ہیں تمہاری آوارہ گردی کو۔"

"جب تک تم فارغ ہوگی میری آوارہ گردی کا اختتام ہوگا۔ اب میں یہاں کسی ہوٹل میں باس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بیٹھ کر کسی میٹنگ کے ختم ہونے کا انتظار تو نہیں کروں گا۔ میں تو حسین چہروں کی تلاش میں نکل جاؤں گا۔"

وہ جانتی تھی کہ اسے لڑکیوں کے پیچھے بھاگنے کا کوئی شوق نہیں تھا، نہ ہی وہ نظر باز قسم کا دل پھینک

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

انسان تھا۔
"جب فری ہو جاؤ تو کال کر لینا۔ میں یہیں کہیں، یہاں وہاں گھومتا پھرتا رہوں گا۔ تم بلاؤ گی تو فوراً واپس لوٹ آؤں گا۔"
"اب اور دفع ہو جاؤ۔" اس نے ٹھنک سے اس کی گاڑی کا دروازہ بند کیا تو وہ دانت نکالتا اسے وہیں چھوڑ کر گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔
موحد اسے وہاں ڈراپ کر کے خود گھومنے نکل گیا تھا۔
وہ جب اندر آئی تو بارش کی چند بوندیں اس پہ پڑ چکی تھیں۔ ایسے میں قدم اندر جانے کے بجائے باہر کی طرف اٹھنے کے لیے بغاوت کر رہے تھے۔ لیکن وہ جس کام سے آئی تھی، وہ انجام دینا زیادہ ضروری تھا۔
جب وہ گلاس ڈور دھکیل کر اندر داخل ہوئی تو ایک کونے والی میز پہ بیٹھے باس کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ اسے ہاتھ ہلا کر اپنی جانب متوجہ کیا۔ اس نے سلام کر کے ان کے سامنے والی سیٹ سنبھال لی تھی۔ ہاتھوں میں تھاما فائلز کا پلندا اس نے میز پہ رکھ دیا۔ اب باس ویٹر کو اس کے لیے بھی کافی لانے کا کہہ رہے تھے۔
"ساتھ کچھ لو گی۔؟" اس نے کچھ تذبذب سے سر ہلایا۔
"سینڈوچز۔"
آرڈر مکمل کروا کر اب وہ کام کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ ریسٹورنٹ آبادی سے ذرا ہٹ کر تھا سو سیاحوں کا رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ یہ جگہ میٹنگ کے لیے موزوں ترین تھی۔
کچھ اہم ڈاکومنٹس ڈسکس کرنے اور دستخط لینے کے بعد عشوہ نے سکون کا سانس لیا۔ اس کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ کندھوں سے جیسے ایک ذمہ داری ادا ہونے کا بوجھ اترا تو ہلکا پھلکا محسوس ہوا۔
"ایک اور اہم کام بھی تھا آپ سے علی بھائی۔" چونکہ وہ معیز بھائی کے پرانے دوست تھے تو آفس کے معاملات طے کرتے ہوئے وہ انھیں "باس" ہی کہتی تھی لیکن جب آفس لپیٹ دیا جاتا تو باس والا تعلق بھی اڑنچھو ہو جاتا۔ پھر وہ باس سے علی بھائی بن جاتے جو معیز بھائی کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔
"بولو۔ اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہے تھے۔
"میرا ایک دوست ہے بچپن کا۔" اس نے تمہید باندھی۔
"موحد۔۔۔؟" وہ جھٹ سے بولے تو عشوہ مسکرا دی۔ موحد اور اس کی دوستی کا آدھا زمانہ گواہ تھا اسی لیے یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی کہ وہ اس کا نام جانتے تھے۔
"جی وہی۔ اس نے پچھلے سال میرے ساتھ ہی اپنی الیکٹریکل انجینئرنگ مکمل کی تھی۔ چھ مہینے ایک کمپنی میں انٹرن شپ بھی کی ہے لیکن اب سال ہونے والا ہے کہ وہ بے روزگار ہے۔ اسے کوئی ڈھنگ کی کیا سرے سے نوکری ہی نہیں مل رہی۔" پھر وہ خاموش ہو گئی کہ اگلی بات کہنا چاہیے یا نہیں۔
"لیکن ہماری کمپنی اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہے بھلا۔؟ تم جانتی ہو کہ یہ ہماری فیلڈ نہیں ہے۔ ہم تو دو جمع دو کرنے والے لوگ ہیں۔ یہ تاروں بجلی سے کھیلنا ہمارا کام نہیں ہے۔ مجھے یوں بھی کرنٹ لگنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔"
آفس میں ایک سخت اصول پسند قسم کے باس ہونے کے ساتھ ساتھ وہ عام زندگی میں بڑے سادہ اور ہنس مکھ قسم کے انسان تھے جن سے بندہ بلا جھجک کچھ بھی کہہ سکتا تھا۔
"یہ بات میں تو میں جانتی ہوں۔ اپنی کمپنی کے لیے بات کر بھی نہیں رہی میں۔ آپ کے بہت جگہوں پہ تعلقات ہیں علی بھائی! ہزاروں لوگوں سے ملنا ملانا ہوتا ہے۔ آپ بہت سوشل ہیں۔ کوئی نا کوئی تو ہوگا ہی جو اس فیلڈ سے وابستہ ہوگا۔ آپ وہاں ٹرائی کر سکتے ہیں پلیز...... یہ بات میں معیز بھائی سے بھی کہہ سکتی تھی لیکن معیز بھائی سے کسی قسم کی فیور وہ کبھی نہیں لے گا۔ اس کی نام نہاد انگو ہے جو اسے کسی کی مدد لینے سے بری طرح روکتی ہے۔ وہ اپنے بل بوتے پہ کچھ کرنا چاہتا ہے اور اسی چکر میں سال ضائع کر چکا ہے اور شاید زندگی بھی ضائع کر دے گا لیکن کسی سے مدد نہیں لے گا۔"
"اور مجھ سے لے لے گا۔؟" وہ بولے سے مسکرائے۔ عشوہ نے سانس بھری۔
"آپ سے بھی کیسے لے سکتا ہے۔ آپ میرے باس اور معیز بھائی کے دوست ہیں۔ وہ تو مجھے طنز کا کوئی موقع جانے نہیں دیتا کہ مجھے یہ جاب معیز بھائی کی وجہ سے ملی ہے تو خود کیسے ایسی جگہ جاب کر سکتا ہے۔"
"حالانکہ تم میری کمپنی میں معیز کی بہن ہونے کی وجہ سے نہیں ہو، اپنی قابلیت کی وجہ سے ہو۔ تم نے جسٹ انٹرن شپ معیز کی بہن ہونے کی وجہ سے حاصل کی تھی یہ میں مانتا ہوں۔ نوکری تو اپنے کام کی وجہ سے پائی تھی۔ میں کامپیٹیٹ لوگوں کے علاوہ کسی کو اپنے ساتھ کام کرنے کا موقع نہیں دیتا چاہے وہ میرا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کمپنی میں نے کام کرنے اور کام لینے کے لیے کھولی ہے، رشتے داریاں نبھانے کے لیے نہیں۔ اگر بے کار لوگوں کو بھرتی کرتا پھروں گا تو ضرور میرا کام چل جائے گا۔"
"یہ بات وہ سمجھنے کو تیار نہیں ہے۔" اس نے کافی کا کپ، شانے اچکاتے منہ سے لگایا۔
"تو پھر تم اب یہ چاہتی ہو کہ میں اپنے کانٹیکٹس استعمال کر کے اس کو جاب دلواؤں اور اسے خبر بھی نہ ہونے پائے کہ اس کی جاب لگوانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔"
"ایک دو دوست ہیں اس فیلڈ کے جن سے بات ہو سکتی ہے۔ کرتا ہوں کچھ اس سلسلے میں بھی۔ دیکھو کچھ بن پاتا ہے یا نہیں۔"
"میرا نام۔" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔
"اسے پتا نہیں چلے گا کہ تمہارا اس میں کسی قسم کا ہاتھ ہے۔ کیا وہ لنکڈ ان پہ ہے۔۔۔؟" عشوہ نے سر ہاں میں ہلایا۔
"پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کام ہو جائے گا اور اسے پتا بھی نہیں چلے گا۔" وہ ممنون سی اب اپنی کافی ختم کر رہی تھی۔ تب تک اس کے آرڈر کیے سینڈوچز بھی آ چکے تھے۔

☆☆☆

میٹنگ سے فارغ ہو کر وہ دونوں چتریاتا کی جانب نکل گئے۔ موحد کو چیئر لفٹ میں بیٹھنے کا جو شوق تھا، وہ اسے ہر حال میں پورا کرنا تھا۔
"مجھے اونچائی سے ڈر لگتا ہے موحد۔ تم چلے جاؤ، میں نیچے ہی انتظار کر لوں گی۔" وہ بیٹھتے ہوئے ڈر رہی تھی۔
"اکیلے تو میں کسی حال میں نہیں جانے والا۔" وہ ٹکٹ گھر کی طرف اسے گھسیٹ رہا تھا۔
"لیکن میں بیٹھوں گی کیسے۔۔۔؟"
"آنکھیں بند کر کے۔"
"اگر آنکھیں بند کر کے ہی سارا سفر کاٹنا ہے تو پیسے ضائع کرنے کی بھلا کیا ضرورت ہے۔" ٹکٹ گھر تک پہنچنے تک ان کی یہ بحث جاری رہی۔
"سنو عشوہ بی بی! مجھے بس اتنا پتا ہے کہ ہم ساتھ میں آخری دفعہ گھومنے نکلے ہیں اور مجھے اس سفر کو یادگار بنانا ہے۔ چیئر لفٹ میں تو تم میرے لیے بیٹھو گی ہی۔ باقی کی زندگی پھر گزارتی رہنا اپنے اس بن مانس کے کہے کے مطابق۔ بچپن کے دوست کا جتنا حق ہے وہ تو میں جتا کر ہی رہوں گا۔" وہ ٹکٹ خرید چکا تھا۔ اب دونوں لائن میں لگ گئے تھے۔
جب ان دونوں کی باری آئی تو عشوہ نے بند آنکھوں سے موحد کا ہاتھ تھامے تھامے ہی چیئر سنبھالی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ آنکھیں کھولنے سے ڈر رہی تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھول دیں اور پھر اس کا ڈر جاتا رہا۔ اب اسے اس سفر میں مزہ آ

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

رہا تھا۔

"بیوی بننے جا رہی ہو بن مانس کی اور دل ہے چڑیا جتنا۔ تم تو ایک ہی نوالے میں نگل جاؤ گی۔" وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔

"میں پہلے کبھی نہیں بیٹھی۔ اب بیٹھی ہوں تو مزہ آ رہا ہے۔" وہ نیچے سڑک اور دیگر مناظر دیکھتے ہوئے خوش تھی۔

"میرے چیئر لفٹ میں بیٹھنے کی خوشی میں تم مجھے رات شان دار سا ڈنر کروا رہے ہو۔" اترنے سے پہلے اس نے کہا تو موحد مزے سے بولا۔

"پکا ہے۔ تم مجھے ابھی جانتی نہیں ہو۔" وہ بڑی آسانی سے مان گیا تھا اپنی بے روزگاری، مسکینیت، بیچارے پن کے حوالے نہیں دیے تھے یہ حیران کن بات تھی اور عشوہ کی یہ حیرت دور ہو گئی جب وہ ایوبیہ پہنچی۔

وہ میس پہنچے تو وہاں ایک فیملی لان میں باربی کیو کر رہی تھی۔ یہ وہی فیملی تھی جن کے سربراہ سے موحد صبح دوستی گانٹھ کر آیا تھا۔ انھوں نے ان دونوں کو بھی ڈنر پہ انوائٹ کر ڈالا۔

"قسم سے انتہائی شوہدی حرکت ہے یہ۔" عشوہ کو موحد پر غصہ آ رہا تھا۔

"اب ایک بے روزگار انسان تو تمہیں ایسے ہی ڈنر کروا سکتا ہے۔"

"تم چلو۔ میں تمہیں باہر سے شان دار ڈنر کروا دیتی ہوں۔"

"یہ مفت کا باربی کیو تو میں مر کر بھی مس نہیں کرنے والا۔" وہ مزے سے اس فیملی کے درمیان جا بیٹھا۔ عشوہ بھی مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق دانت پیس کر، موحد کو ہزار گالیاں نکال کر ڈنر کرنے ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔

صبح انھیں جلدی واپسی کے لیے نکلنا تھا اسی لیے ڈنر کرتے ہی وہ دونوں ہلکی پھلکی واک کے بعد سونے چلے گئے تھے۔

☆☆☆

لاہور پہنچ کر موحد اسے گھر کے باہر اتار کر اپنے گیٹ کے باہر ہی گاڑی پارک کر رہا تھا تو گیراج میں اسے اسلم بھائی کی گاڑی دکھائی دے گئی جس کا مطلب تھا کہ ادیبہ باجی آئی ہوئی تھیں۔ جب سے انھوں نے ڈرائیونگ سیکھی تھی، وہ خود ہی ڈرائیو کر کے آ جاتی تھیں۔ گھر کے بہت سے کام بھی اب وہ خود ہی کرنے لگی تھیں کہ اسلم بھائی تو ہمیشہ سے آلکسی کے مارے ہوئے تھے اور اب تو گنی چنی چند ذمہ داریاں جو انھوں نے کاندھوں پہ لے رکھی تھیں، وہ بھی ادیبہ باجی کے سر ڈال کر بری الذمہ ہو گئے تھے۔

اندر داخل ہونے پہ اسے مام اور ادیبہ باجی کی اونچی آوازیں سنائی دیں جو اس کی موجودگی سے لاعلم آپس میں بحث کر رہی تھیں۔ وہ دبے قدموں اندر داخل ہوا۔

"اب ہو گئی نا غلطی تو کیا کروں۔ گلے میں پھندا ڈال کر لٹک جاؤں کیا۔۔۔؟ یا رشتہ ختم کر ڈالوں اس عمر میں۔۔۔؟" ادیبہ باجی نجانے کس غلطی کی بات کر رہی تھیں لیکن ان کے ایسے سخت الفاظ موحد کو حیران کر گئے تھے۔

"اگر معیز سے شادی ہوتی تو کیسے عیش کر رہی ہوتیں۔ ٹھاٹھ باٹ والی زندگی ہوتی۔ لیکن اس وقت تمہارے سر تو اسلم کا بھوت سوار تھا۔ میری ایک سننے کو تیار نہیں تھیں ورنہ کتنا سمجھایا تھا میں نے تمہیں کہ معیز ہر لحاظ سے بہترین انتخاب ہے۔ لیکن جب انسان نے پتھر ہی جمع کرنے کا تہیہ کر لیا ہو تو اسے ہیرے کہاں دکھائی دیتے ہیں۔ سبز باغ دکھانے والے اسلم سے کہو کہ اب تمہاری ساری ضروریات پوری کرے جو ایک دن کام کرتا ہے اور دو دن آفس ہی نہیں جاتا۔ اتنا غیر ذمہ دار اور سست انسان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔"

مام کو ہمیشہ سے ادیبہ باجی کے اس انتخاب پہ غصہ رہا تھا۔ ان کے نزدیک انھوں نے جلد بازی میں انتہائی جذباتی اور احمقانہ فیصلہ کیا تھا جو معیز کو ٹھکرا کر اسلم کو چنا تھا اور اس کا اظہار وہ اکثر ہی کر جاتی تھیں۔

"بچپن میں پھپھو سے اسلم کے لیے بات بھی تو آپ نے کی تھی۔ پھر سارا الزام میرے سر کیوں دھر رہی ہیں۔۔۔؟ ہمیشہ خاندان میں اسلم کا نام اپنے نام کے ساتھ سنا تھا تو اسی سے انسیت تھی مجھے۔ یہ انسیت پسند میں بدل گئی وہی میرا منگیتر ہے اور اس عمر میں کہاں کچھ سمجھ ہوتی ہے۔ سارا قصور میرا تو نہیں تھا مام۔ اگر آپ کو لگتا تھا کہ میرا فیصلہ اتنا غلط ہے تو لگاتیں مجھے دو اور معیز کے رشتے کے لیے ہاں کروا دیتیں۔ اس وقت آپ سختی دکھا دیتیں تو زندگی میرے لیے اتنی سخت نہ ہوتی۔" وہ روہانسی ہو گئیں۔

موحد کا دل کیا اپنا سر پیٹ ڈالے۔ اب جب بچے کاندھوں تک آ پہنچے تھے تو انھیں اسلم بھائی غلط انتخاب لگ رہے تھے اور معیز بھائی درست۔ اتنی دیر میں انھیں اتنی زبردست عقل کہاں سے آئی تھی۔

"فکورہ نے بچپن سے ہی تمہیں خود ہی اپنی بہو تسلیم کیا تھا۔ میرا اس بارے میں کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بچپن کی بات کا کیا ہے، بچے بڑے ہو کر کدھر کو نکل جاتے ہیں۔ کیسے کیسے ہو جاتے ہیں۔ اسی نے خاندان کے ہر دوسرے گھر میں تمہیں اپنی بہو بنانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ وہ تو تمہارا اسلم سے رابطہ تھا، لگاؤ اور وابستگی تھی کہ تم نے خود ہی پکڑ لی تھی کہ شادی تم اسلم سے ہی کرو گی ورنہ میں تو معیز کو دل و جان سے پسند کرتی تھی تمہارے لیے۔ اتنا سمجھایا تھا اس وقت بھی تمہیں لیکن تم اسلم کی چکنی چپڑی باتوں میں ایسی آئی ہوئی تھیں کہ ماں کی کوئی بات بھی سن اور سمجھ نہیں رہی تھیں۔ چھوڑ کیا مارنی جوان اولاد کو جبکہ تمہارا باپ بھی سر پہ نہیں رہا تھا تو مجھے اپنا آپ یوں بھی کمزور لگتا تھا۔" ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے انھوں نے کہا۔

"تو اب کیا کروں میں۔۔۔؟ یہی کر سکتی ہوں کہ موحد کے لیے کوشش کر کے دیکھوں کہ جو بے وقوفی میں نے کی ہے وہ نہ کرے۔ قسم انھوا لیں جب سے عشوہ کی بات پکی ہونے کی خبر سنی ہے، موحد کے لیے بہت پریشان ہوں میں مام! اس لیے یہاں بھاگی آئی ہوں کہ مل کر اس بارے میں سوچتے ہیں۔ کچھ تدبیر ایسی لڑاتے ہیں کہ یہ رشتہ ہو جائے۔"

موحد کا دماغ ہی گھوم گیا۔

"براہ مہربانی آپ اپنے گھر پہ توجہ دیں باجی! اور میرے معاملات میں مت پڑیں۔ میری جو چند لوگوں میں عزت ہے، اسے قائم رہنے دیں۔" وہ دونوں اسے سامنے دیکھ کر گڑبڑا گئیں۔

"موحد! تم کب آئے۔۔۔؟" ادیبہ باجی کی ہوائیاں چھوٹ گئیں۔

"بالکل ٹھیک وقت پہ آیا ہوں۔ اگر آپ معیز بھائی کو ٹھکرا کر پچھتاوں کا شکار ہیں تو اپنے ان پچھتاوں کا مداوا اس طرح کریں گی۔۔۔؟ معیز بھائی ہمیں پسند نہیں کرتے۔ اور مجھے تو بالکل بھی نہیں کرتے۔ پلیز مجھے ان کی نظروں میں مزید دو کوڑی کا مت کیجیے گا کچھ بھی ایسا ویسا کر کے۔"

"یہ سب میری وجہ سے ہے موحد! ورنہ اس کا بہت آنا جانا تھا یہاں۔ بہت دوستی تھی ہماری۔ بہت پسند کرتا تھا وہ ہمیں۔" ادیبہ باجی نے وضاحت پیش کی۔

"جو بھی تھا، اب ماضی ہوا۔ وہ اپنی میرڈ لائف میں سیٹل ہیں۔ بھول چکے ہیں سب۔ نہیں بھولے شاید تو وہ کینہ نہیں بھولے جو دل میں پل رہا ہے۔"

اس نے تاسف سے سر جھٹکا اور باری باری ماں اور بہن کو دیکھا۔

"اگر کسی نے بھی اس بارے میں کوئی قدم اٹھایا تو میں وہ کر گزروں گا جو آپ لوگ سوچ بھی نہیں سکتیں۔" اس کے دھمکی آمیز لہجے پہ دونوں ہی دہل گئیں۔ موحد غصے میں اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

موحد اپنا جی میل اکاؤنٹ باقاعدگی سے چیک کرنے کا عادی تھا۔ ایوبیہ سے لوٹنے کے ہفتے بعد جب اس نے اکاؤنٹ کھولا تو اسے وہاں ایک کمپنی کی جانب سے میل موصول ہوئی تھی جس میں اس کی انٹرویو کال تھی۔ ایک امید ہوئی جب اس نے نیٹ پہ اس کمپنی کا نام کھول کر اس کی تفصیلات پڑھنا شروع کیں۔ بہت بڑی نہ سہی لیکن ایک اچھی کمپنی تھی۔ بہت زیادہ نہ سہی لیکن نوکری کی صورت میں اسے ایک اچھا پیکج مل سکتا تھا۔

''پہلے نوکری تو مل جائے۔ پیکج تک کہاں سے پہنچ گیا بیچ چلی۔'' خود کو سرزنش کرتے ہوئے اس نے اپنا اکاؤنٹ بند کیا۔ ابھی وہ اس بارے میں کسی کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔

''ماما! میری جاب کے لیے دعا کیجیے گا۔'' وہ بس بتول کے پاس ہی گیا۔ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا تھا جو اس وقت جائے نماز پہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ پڑھتے پڑھتے انہوں نے چہرے پہ پھونک دیا۔

''ہر دم، ہر پل کرتی ہوں بیٹا۔''

''اب زیادہ کر دیں۔ ایک جگہ انٹرویو ہے میرا۔''

''بیٹا دن رات کرتی ہوں۔ اب مزید کروں گی۔'' وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگیں۔

انٹرویو اگلے ہفتے تھا اور اس ایک ہفتے میں سب کچھ ایک طرف رکھ کر وہ انٹرویو کی چیدہ چیدہ تیاری کرنے لگا۔ اس دوران عشوہ کے چند میسج بھی آئے تھے۔ اسے کچھ کام تھا لیکن اس نے یہی کہہ کر ٹال دیا کہ وہ مصروف ہے۔ عشوہ اس کی مصروفیت کی نوعیت خود ہی سمجھ گئی تھی۔

''اللہ کرے اس بار تمہاری مصروفیت رنگ لے آئے۔'' وہ دل سے اس کے لیے دعا کرنے لگی۔ آنکھ میں آیا ایک آنسو بھی آستین سے پونچھ ڈالا۔ کام کی نوعیت بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا کہ وہ اس کے ذہن کو منتشر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

انٹرویو والے دن وہ جلدی گھر سے نکلا تھا۔ آفس پہنچا تو وہاں اس کے علاوہ ایک ہی مزید امیدوار تھا جس سے بات چیت میں اسے پتا چلا کہ وہ پچھلے دو سال سے کہیں نوکری کر رہا ہے لیکن وہ اتنی اچھی نہیں تھی۔ اب بہتر کی تلاش اسے یہاں تک لائی تھی۔

انٹرویو پینل میں دو ہی افراد تھے۔ اس کے اکیڈمک ریکارڈ اور انٹرن شپ کا سرٹیفکیٹ دیکھ کر وہ اس بات پہ حیران تھے کہ اب تک اسے کوئی معمولی نوکری بھی کیوں نہیں ملی۔ کچھ سوالات اس کی فیلڈ سے متعلق پوچھے گئے جن کے اس نے درست جوابات ہی دیے تھے۔ پھر اسے شکریہ کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ وہ پرامید تھا اسی لیے اس شام سے بار بار ای میل اکاؤنٹ کھول کر دیکھتا رہا۔

اگلے دن رات تک اسے جاب سلیکشن کی ای میل آ چکی تھی۔ جوں جوں وہ میل پڑھتا گیا اس کا چہرہ تمتمانے لگا۔

ابھی اسے ایک مہینہ پروبیشن پہ رکھا جا رہا تھا جس دوران اس کی تنخواہ معقول تھی۔ لیکن اگر وہ کمپنی کی امیدوں پہ پورا اترتا تو پروبیشن کے بعد اس کی تنخواہ جتنی بتائی جا رہی تھی، وہ اس کی توقع سے زیادہ ہی تھی جبکہ یہ اس کی پہلی نوکری تھی۔ پہلی نوکری میں ہی اسے اتنی شاندار شروعات ملیں کہ اس کی اس نے توقع نہیں کی تھی لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس نوکری کے ملنے کے پیچھے کی کہانی کیا ہے اور نہ ہی وہ کبھی جان سکتا تھا۔

اپنی خوشی اس نے ماما سے بانٹی تو وہ اس کی بلائیں لیتی، صدقہ اتارتی، شکرانے کے نوافل پڑھنے چلی گئیں۔

وہاں سے وہ سیدھا ''رمیض ہاؤس'' گیا تھا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے ایک گہما گہمی کا احساس ہوا تھا۔ معیز بھائی کی فیملی وہاں موجود تھی اور ان کے بچے اس کی آمد پہ چلا اٹھے۔

''موحد چاچو بھی آ گئے۔'' وہ ان کے اس زبردستی کے چاچو پہ ہمیشہ چڑ جاتا کہ جب ان کا باپ اسے بھائی سمجھتا ہی نہیں تھا تو وہ اسے کس بنیاد پہ چاچو کہتے تھے۔

ان سے ہیلو ہائے کرتا ہوا وہ اسوہ آنٹی سے سلام لینے آگے بڑھا جو وہیں بیٹھی تھیں۔ انھوں نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا۔ ان کے ساتھ زیمل بھابھی بھی تھیں جن سے اس نے رسمی سی دعا سلام کی تھی۔ اسے وہ بھی معیز بھائی جیسی اکھڑ مزاج ہی لگتی تھیں حالانکہ عشوہ ان کی بہت تعریف کرتی تھی لیکن شاید وہ معیز بھائی کی ساری فیملی کو ایک ہی عینک سے دیکھتا تھا اور ایک ہی میزان پہ پرکھتا تھا۔

''یاد آ گئی تمہیں لڑکے۔'' وہ کچھ خفگی سے کہہ رہی تھیں۔

''زیمل! تم جاؤ بیٹا۔ یہ سب میں دیکھ لوں گی۔ بچوں کو بھی لے جاؤ اور شام کی چائے کے لیے ساجدہ کو بول دو۔ بچوں نے جو کھانا ہے، وہ بھی بنوا لو۔'' وہ اسے مکمل نظر انداز کر کے زیمل سے مخاطب تھیں جو سامنے ڈھیر کپڑے پھیلائے بیٹھی تھیں۔

موحد وہیں ایک کونے میں کھڑا بکھرا سامان دیکھ رہا تھا کہ سب ہی صوفوں پہ کام والے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔ نجانے یہ سب کس لیے تھا۔ شاید کسی فنکشن کی تیاریاں چل رہی تھیں۔

''اوپر کمرے میں ہی ہے عشوہ۔ چلے جاؤ۔ اس سے پوچھ لینا اگر کوئی کام رہ گیا ہو تو وہ تمہارے ساتھ مل کر پورا کر لے کیوں کہ۔ وقت کم ہے۔'' زیمل اور بچے چلے گئے تو انھوں نے اسے دیکھ کر چیزیں یہاں سے وہاں رکھنا شروع کیں۔

''کس بات کا وقت آنٹی۔؟'' وہ پوچھے بنا رہ نہیں سکا۔

اسوہ آنٹی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''تمہیں بتایا نہیں اس نے کہ اس ویک اینڈ پہ اس کا نکاح ہے۔۔؟'' موحد ساکت سا انھیں دیکھے گیا۔

''نکاح۔؟ ایک دم سے نکاح بیچ میں کہاں سے آ گیا۔؟ ابھی ایوبیہ کے ٹرپ تک تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

''ٹرپ کو گزرے دو ہفتے ہو چکے ہیں بیٹا۔'' اسے واقعی احساس نہیں ہوا تھا کہ انھیں ایوبیہ سے آئے دو ہفتے گزر چکے تھے۔

''عدنان کی پوسٹنگ آ گئی ہے بنو عاقل کی۔ ابھی جائے گا تو پھر نجانے کب آتا ہو، اسی لیے وہ جانے سے پہلے نکاح کرنا چاہ رہے ہیں۔'' اسوہ کے سامنے کچھ کام والے جوڑے پڑے تھے۔ وہ اس میں مصروف ہو گئی تھیں۔

دروازے پہ دستک دے کر جب وہ اندر گیا تو وہ اپنی ٹانگیں گھٹنوں سے جوڑے بیڈ پہ پڑی تھی۔ اسے آتے دیکھا تو اٹھ کر بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کی متورم نگاہیں موحد سے چھپی نہیں رہ سکیں کو کہ اس نے موحد کو دیکھتے ہی نظریں جھکا لی تھیں۔ وہ اس عشوہ سے بہت مختلف لگ رہی تھی جو اس کی دوست تھی شاید اس لیے کہ اس نے لڑکیوں کے رنگ میں خود کو رنگنا شروع کر دیا تھا۔ کھلا سا گھیر دار کاٹن کا فراک اور دوپٹہ، بالوں کی سادہ سی چوٹی، کانوں میں ننھے منے سے ٹاپس اور گلے میں چین، آنکھوں میں کاجل۔

''ویک اینڈ پہ تمہارا نکاح ہے اور یہ بات مجھے آنٹی سے یہاں آنے پہ پتا چل رہی ہے۔ اب میں اتنا پرایا ہو چکا ہوں کہ تمہاری زندگی کی اتنی اہم بات مجھے کسی اور سے پتا چلے گی۔'' وہ اپنا غصہ چھپا نہیں سکا۔

''میں نے میسج کیا تھا لیکن تم بزی تھے کہیں۔'' موحد کو اس کا کچھ دن پہلے کا میسج یاد آیا تھا۔ وہ بے چینی سے لب کاٹنے لگا۔ کمرے میں یہاں وہاں ٹہلنے لگا۔ وہ اپنے غصے کو قابو نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر اچانک رک کر اسے دیکھا۔

''تم میسج پہ ہی بتا دیتیں۔ میں سر کے بل دوڑا آتا۔''

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

"میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی تھی۔" موحد نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا عشوہ نے پھر سے نظریں چرالیں اور اپنی انگلی میں موجود انگوٹھی سے کھیلنے لگی۔ جبھی اسے پہلی بار بھی اتار رہی۔ یہ انگوٹھی اس کی انگلی میں پہلے موجود نہیں تھی

"یہ رنگ۔؟" وہ پوچھے بنا رہ نہیں سکا۔

"ان لوگوں نے بھجوائی ہے۔" موحد نے کرب سے آنکھیں موندیں۔

"اور تم مجھے اب بتارہی ہو۔"

"بتانا چاہا تھا میں نے موحد۔ تم بزی تھے۔ تم نے کہا کہ تم بعد میں بات کرو گے۔ میں منتظر رہی لیکن وہ بعد نہیں آئی۔" وہ وضاحت دیتے اسے اذیت سے دیکھ رہی تھی۔

"میں انٹرویو کی تیاری کررہا تھا۔ تم بتا دیتیں تو میں بھاگا آتا۔"

"آ کر کیا کرتے موحد۔؟" وہ حق دق اسے دیکھنے لگا۔ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی کہ وہ آ کر کیا کرتا کیا کرلیتا۔؟

"تم خوش ہو اس رشتے سے۔؟" وہ اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کوئی چوائس ہے میرے پاس۔؟" وہ دل مسوس کر پوچھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری تھی۔

"تم کہو تو میں آنٹی سے بات کرتا ہوں۔"

"کیا بات کرو گے۔؟" اسے لگا کہ وہ ان دونوں کے لیے کوئی بات کرے گا۔ شاید اسے احساس ہو گیا ہو۔

"یہی کہ وہ اس رشتے سے انکار کردیں۔" عشوہ نے جیسے ایک تھکن زدہ سانس لی۔ وہ کبھی ان دونوں کے لیے نہیں سوچنے والا تھا۔ وہ خواہ مخواہ خوش فہم ہو رہی تھی۔

"پھر کیا ہوگا۔؟ یہاں نہیں ہوگا تو کہیں اور ہوگا۔ وہاں نہیں ہوگا تو کہیں اور ہوگا۔" اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ کہہ نہیں سکی کہ جہاں بھی ہوگا تم سے تو پھر بھی نہیں ہوگا۔ موحد کا دل تڑپ اٹھا تھا۔

"میں تمہیں روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا عشوہ۔ پلیز۔" سائیڈ ٹیبل سے ٹشو باکس اٹھاتے اس نے اس کی طرف بڑھایا جسے عشوہ نے تھام کر اپنا چہرہ اور ناک پونچھی۔

"اتنی پرواہ ہے میری تو مت رلاؤ نا مجھے موحد مرزا۔ مان جاؤ پھر۔ لیکن تم نہیں مانو گے کیونکہ مسئلہ یہاں تمہارے دل کا نہیں انا کا ہے۔" اس نے دل میں سوچتے، اسے دیکھتے ہوئے پہلو بدلا تھا۔

"تم کہاں بزی تھے۔؟" وہ عشوہ کے نکاح کا سن کر بھول ہی گیا تھا کہ وہ تو اپنی خوشی بانٹنے آیا تھا لیکن دل اب ایسا عجیب ہو رہا تھا کہ وہ اپنی زندگی کی اتنی بڑی کامیابی اور خوشی محسوس ہی نہیں کر پا رہا تھا۔ ایک دم خالی ہو گیا تھا اندر سے۔

"مجھے بہت اچھی جاب مل گئی ہے۔" جو جوش اس کے لہجے اور آواز میں ہونا چاہیے تھا، وہ مفقود تھا۔ اتنی اچھی جاب ملنے کی خبر وہ کتنے برے طریقے سے سنا رہا تھا۔

عشوہ مسکرائی اور خوشی خوشی اسے مبارک دی۔

"میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔ میں نے کہا تھا، نا ایک دن تمہیں بہت اچھی جاب مل جائے گی۔ بس ہر کام کا وقت ہوتا ہے۔" وہ دل سے خوش تھی۔

"لیکن میں جو تمہارے لیے خوش نہیں ہوں کیونکہ تم خوش نہیں ہو۔" اور اس پل وہ خود سے اقرار نہیں کر پا رہا تھا کہ وہ خود بھی خوش نہیں تھا۔ عشوہ نے گہری سانس بھری۔

"میں شاید وقت کے ساتھ خوش ہو جاؤں گی۔ شاید ہر لڑکی میری طرح شادی کے وقت افسردہ ہوتی ہوگی۔"

اس نے خود کو اور اسے ایک ساتھ بہلایا۔ موحد نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کے آر پار سب جان لے گا۔ عشوہ نے گھبرا کر نظریں چرالیں۔ سامنے

وارڈروب پہ نظر پڑی تو ایک بھاری کامدانی سوٹ لٹک رہا تھا۔ موحد نے اس کی جانب اشارہ کیا۔

"یہ۔۔؟" عشوہ نے اس کی نظروں کے تعاقب میں نظریں گھمائیں۔

"یہ میرے نکاح کا جوڑا ہے جو ان کی طرف سے آیا ہے۔ بتاؤ کیسا ہے۔۔؟" موحد نے ایک نظر ہینگر میں لٹکے حسین سفید کامدانی فراک کو دیکھا اور پھر اس کی طرف۔ حسد، تکلیف، ناپسندیدگی، اذیت، کچھ ٹوٹنے کا کرب۔۔۔ بہت کچھ تھا ان نظروں میں۔

وہ جواب دیے بنا ہی تیزی سے پلٹا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔ وہ اتنا تیزی سے سیڑھیاں اتر کر داخلی دروازے کی طرف گیا تھا کہ اسوہ آنٹی حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"اسے کیا ہوا۔؟" زمیل نے سرخ چہرہ اور سخت تاثرات لیے موحد کو جاتے دیکھ کر اسوہ سے پوچھا تو ایک مطمئن سا سانس لے کر بولیں۔

"احساس۔" زمیل نے ناسمجھی سے انہیں دیکھا تو انھوں نے ایک پراسرار سی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"تم نہیں سمجھو گی۔" اتنا کہہ کر وہ اب سامنے پڑا سب سامان سمیٹنے لگیں۔

"انھیں میرے کمرے میں پہنچا دو۔ اب یہ کام بعد میں کرلیں گے۔" زمیل سر ہلاتے اور بڑی بی کو ساتھ لگا کر سب اٹھانے لگیں۔

☆☆☆

"عشوہ کا نکاح ہے اس ویک اینڈ۔" کھانے کی میز پہ اس نے نئے چہرے سے یہ خبر مام کو دی تو ان کا منہ تک نوالہ لے جاتا ہاتھ وہیں تھم گیا۔

"اتنی جلدی نکاح۔ ابھی تو بات پکی ہوئی تھی۔ اب یکدم نکاح۔" وہ سر جھکائے اپنا کھانا کھا رہا تھا۔ اپنے اندر کے تاثرات وہ ان پہ عیاں نہیں کرنا چاہتا تھا، یہ اور بات تھی کہ شام سے وہ اپنے کمرے میں ہی بند تھا جب سے "رمیض ہاؤس" سے لوٹا تھا۔

"لڑکے کی پوسٹنگ آگئی ہے۔ اسی لیے جلدی نکاح کرنا چاہتے ہیں۔" وہ ماں کی طرف دیکھے بنا بس کھانے کو دیکھتا جواب دے رہا تھا۔ بتول نے غور سے اسے دیکھا۔

"اب تو تمہاری ایک اچھی نوکری لگ گئی ہے موحد! جلد تم مزید ترقی بھی کرلو گے۔ اس سے بہتر کے برابر نہ سہی، کچھ بہتر تنخواہ تو ہوگی تمہاری۔ کیا اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ مجھے اسوہ سے بات نہیں کرنی چاہیے۔؟" موحد نے چونک کر سر اٹھاتے انھیں دیکھا۔

"اس کا نکاح ہونے جارہا ہے مام۔"

"ہوا تو نہیں ہے۔ ابھی بہت وقت ہے۔ میں کسی بھی طرح سب ٹھیک کرلوں گی اگر تم مان جاؤ۔" موحد نے سر جھٹکا جیسے اسے یہ بات بالکل بے کار لگی ہو۔

"موحد! تم مان کیوں نہیں جاتے کہ عشوہ ایک دوست سے کہیں زیادہ ہے تمہارے لیے۔ کیا ہم سب اندھے ہیں جو تم دونوں کی ایک دوسرے کے لیے محبت دیکھ نہیں سکتے۔ بچپن سے تم دونوں کا نام ایک ساتھ رہا ہے۔ اسے کھو کر تم خوش نہیں رہ سکتے۔ تم کیوں اس بات کو نہیں سمجھتے۔۔؟" بتول اسے اس کی غلطی کا ادراک کروانا چاہتی تھیں۔ وہ اسی وقت کھانا چھوڑ کر اٹھا اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

"موحد کھانا تو کھالو۔" بتول کہتی رہ گئیں۔

"آپ کی باتوں سے پیٹ بھر گیا مام۔"

رات گئے تک وہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑا اپنا سارا بچپن، لڑکپن اور جوانی سوچتا رہا تھا جو عشوہ کے ساتھ بیتا وقت تھا۔ اس کے بہت سارے دوست تھے جن کا اپنا مقام اور جگہ تھی لیکن جو عشوہ کی جگہ تھی وہ تو کوئی نہیں لے سکتا۔

وہ کیسے بیانگ دہل کہا کرتا تھا۔ "عشوہ جیسا تو کوئی نہیں۔ اس کی بات ہی الگ ہے۔"

"اور عشوہ کی کیا جگہ ہے موحد مرزا۔؟" اس

PKDAILYINFO.COM

Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

کے اندر سے سوال اٹھا۔ اسی سوال کے جواب سے وہ ڈرتا تھا۔

اس سوچ کو جھٹک کر وہ اندر کمرے میں چلا آیا۔ لیپ ٹاپ آن کر کے وہ کوئی مووی دیکھنا چاہتا تھا لیکن سامنے اسکرین پہ ان دونوں کی ساتھ میں تصویر دیکھ کر بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ یہ ان دونوں کی شاپنگ کے دوران ایک فوڈ کورٹ میں لی گئی تصویر تھی جو عشوہ کو بے حد پسند آئی تھی اسی لیے موحد نے اسے اپنے ڈیسک ٹاپ پہ لگا لیا تھا۔ کتنی دیر وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر لیپ ٹاپ بند کر کے لائٹ بجھا کر لیٹ گیا۔ نجانے کتنی دیر یونہی کروٹیں بدلتے بدلتے اسے نیند آئی تھی۔

☆☆☆

صبح وہ اٹھ کر بالکونی میں چلا آیا جہاں سے سامنے عشوہ کا کمرہ دکھائی دیتا تھا۔ کمرے کے پردے بندھے ہوئے تھے۔ وہ اسی بالکونی میں کھڑے ہو کر اکثر اسے منایا کرتا تھا جب وہ اس سے ناراض ہوتی تھی۔ کان پکڑتا تھا، ہاتھ جوڑتا تھا۔ لیکن اب سب ختم ہونے جا رہا تھا۔

وہ واپس اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ کچھ دیر بعد اسے برابر والوں کے گھر سے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو جھانکا۔ عشوہ اپنی گاڑی نکال رہی وہ تیزی سے نیچے بھاگا تھا۔

"عشوہ۔" گاڑی باہر نکال کر وہ گیٹ بند کر رہی تھی۔ آنکھوں پہ سن گلاسز لگائے، سادہ سے شلوار سوٹ میں، بالوں کی پونی بنائے کل جیسے حلیے میں ہی تھی۔۔۔ لیکن ہمیشہ سے زیادہ اداس۔

"کہیں جا رہی ہو۔۔؟"

"مارکیٹ تک جا رہی تھی۔ کچھ چیزیں لینا تھیں۔"

"میں ساتھ چلوں۔۔؟"

کیا ضرورت ہے۔ میں خود جا سکتی ہوں۔"

موحد اسے دیکھ کر رہ گیا۔ دل کو عجیب بے چینی تھی۔ وہ جیسے اسے پانے سے ڈر رہا تھا اس سے زیادہ کھونے کی اذیت سے گزر رہا تھا۔ وہ ہمیشہ اس کا سایہ بن کر ساتھ رہا تھا۔ اب کیسے اس سے جدا ہو رہا تھا۔ یا ٹھیک کہتی تھیں کہ وہ اس کے بنا ایک دن نہیں گزار سکتا، زندگی کیسے گزارے گا۔

"رکو عشوہ۔ تم بالکل غلط بات کر رہی ہو۔" وہ خاموشی سے سامنے ونڈ اسکرین کو دیکھتی رہی۔

موحد نے دو تین بار گہرے سانس لیتے اور ادھر دیکھا تاکہ خود کو نارمل کر سکے۔ پھر اسے دیکھا جو بالکل ساکت لیکن غصے میں تھی۔ بس ایک پل لگا تھا اسے فیصلہ کرنے میں۔

"ایک بات پوچھوں۔۔؟" وہ جھک کر گاڑی کے شیشے سے اندر جھانک رہا تھا۔ وہ خاموش رہی۔

"اگر میں کہوں کہ یہ شادی نہ کرو تو۔" اس نے غصے سے موحد کو دیکھا۔

"میں پاگل ہوں کیا کہ تمہارے کہنے پہ انکار کر دوں گی۔۔؟" وہ کیوں اتنی سیدھی باتیں کر کے آج اسے آزما رہا تھا۔

"اگر میں کہوں کہ تم انکار کر دو مجھ عدنان کے لیے کیوں کہ میں تم سے شادی کروں گا تو۔۔؟" عشوہ نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا۔ بے یقینی سے وہ اسے دیکھنے لگی کہ کیا اس کے کان بجے تھے۔

"میں معیز بھائی سے خود بات کروں گا اگر کہو گی۔ آنٹی سے بھی بات کر کے انہیں منا لوں گا۔ بس تم یہ بتا دو کہ تم اس کم آمدن والے اپنے بچپن کے دوست کے ساتھ گزارا کر لو گی۔۔؟" عشوہ کو لگا دھاڑیں مار مار کر رو دے گی۔ اس گدھے کو یہ سب کہنا کہاں جا کر یاد آیا تھا۔

"مجھے پہلے نہیں احساس تھا کہ تمہارا جانا مجھے اتنا بے چین کر دے گا۔ ابھی تو تم گئی بھی نہیں ہو تو یہ حال ہے، چلی گئیں تو کیا ہو گا میرا۔۔؟" سن گلاسز کے پیچھے اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور اسٹیرنگ پہ رکھے ہاتھ کپکپانے لگے۔ وہ خود پہ قابو پانے کی کوشش میں ناکام ہو چلی تھی۔

"میں نہیں رہ سکتا عشوہ۔ سچ ہے کہ میں نہیں

رہ سکوں گا۔ تمہاری اتنی عادت ہے کہ اب یہ چھوٹ نہیں سکتی۔" آنسو پھسل کر گال پہ بہنے لگے تھے۔

"اور تم بھی کہاں رہ پاؤ گی۔ تمہیں بھی تو ہر جگہ مجھے ڈھال بنانے کی عادت ہے۔" عشوہ نے سر اسٹیرنگ پہ ٹکا دیا۔ موحد کی آنکھیں بھی نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔

"کیا صرف تمہیں عادت ہی ہے۔۔؟"

"مجھے تو محبت بھی ہے عشوہ۔" اور عشوہ کو لگا تھا کہ اب وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔

"اتنی دیر کیوں کر دی کہنے میں موحد۔ پہلے کیوں نہیں کہا۔۔؟"

"تم جانتی ہو کہ میں ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں۔ لیکن تم نے بھی تو مجھے نہیں روکا۔"

"میں کیسے روکتی۔ تم نے کہا۔ میں ویسی نہیں ہوں جیسی تمہیں چاہیے۔ پھر میں کیا کرتی موحد۔۔؟"

"مجھے تو بس تم ہی چاہیے ہو۔ کوئی ایسی ویسی کیسی نہیں۔ عشوہ تو عشوہ ہے۔ اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔"

"پرسوں نکاح ہے موحد۔" اس نے یاد دلایا۔

"کچھ نہیں بگڑا۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ تم ابھی اندر چلو۔ میں آنٹی سے بات کرتا ہوں اور معیز بھائی سے۔"

عشوہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ان سے میں خود بات کر لوں گی۔ ان سے ہمیشہ سے میں خود بات کرنے کے لیے تیار تھی اگر تم کہہ دیتے تو۔"

"تم سب سے بات کر سکتی تھیں، بس مجھ سے نہ کر سکیں۔"

"تم نے جو کہا تھا کہ۔" اس کی بات موحد نے بیچ میں کاٹ دی۔

"جاب تھی نہیں میری تو کس برتے پہ تمہیں کوئی امید دلاتا۔ ایک بہترین رشتہ تمہارے لیے موجود تھا، اس کے سامنے میری کیا اوقات تھی بھلا؟"

"تم کہتے تو۔ ایک بار کہتے تو۔ بچپن سے اب تک ہر بات ہم کہتے آئے ہیں اور جو کہنا تھی وہی نہ کہہ سکے۔"

موحد نے اسے ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے نکالا۔ گاڑی لاک کی۔ اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ لاؤنج میں اسوہ آنٹی بیٹھی تھیں۔ ان دونوں کو یوں ساتھ دیکھ کر وہ ٹھٹکیں اور جیسے پھر انہیں سب سمجھ میں آ گیا۔ ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھر کر غائب ہو گئی۔

"آنٹی! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔"

عشوہ سر جھکائے اس کے برابر کھڑی تھی۔ نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اسوہ آنٹی نے سنجیدگی سے دونوں کو دیکھا۔ سر ہلا کر بات کرنے کی اجازت دی۔

"آپ پلیز عشوہ کے اس رشتے سے انکار کر دیں۔" اسوہ نے سکون سے اس کی بات سنی۔

"میں عشوہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"عشوہ کا تو نکاح ہے تمہیں بتایا جو تھا۔" وہ ذرا بن کر بولیں۔

"جانتا ہوں۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ منع کر دیں۔"

"تم پہلے سوئے ہوئے تھے۔۔؟" کچھ غصہ دکھاتے ہوئے انہوں نے اسے گھر کا۔

"یہی سمجھ لیں کہ سو رہا تھا۔ اب جاگا ہوں۔"

اسوہ آنٹی نے ذرا منہ بنایا۔ اتنی جلدی وہ ماننا نہیں چاہتی تھیں۔

"اب مشکل ہے۔ معیز کو کون منائے گا۔ وہ تو کبھی نہیں مانے گا۔" معیز کا نام سنتے ہی موحد خاموش ہو گیا۔

"مما! ان سے میں خود بات کر لوں گی۔" اسوہ نے چونک کر عشوہ کو دیکھا پھر مسکرا دیں۔

"بہت اچھا ہے۔ جاؤ پھر۔ وہ ڈرائنگ روم میں ہی ہے۔ بات کر لو اور اگر نہ مانے تو مجھے بلوا لینا۔" موحد نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"مطلب آپ کو کوئی اعتراض نہیں۔۔؟" وہ

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

مسکراتی رہیں۔

"میری اکلوتی بیٹی میری آنکھوں کے سامنے رہے، اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے میرے لیے۔ مجھے بھی اعتراض کس بات پہ ہوگا۔ بھلا اس سے بہتر کوئی رشتہ ہو سکتا ہے آپ کے لیے۔۔۔؟"

"بھائی مان جائیں گے۔۔۔؟ ان کے اور صمدان کی فیملی کے ازحد۔" عشوہ کچھ متذبذب تھی۔

"کون صمدان۔۔۔؟" اسوہ آنٹی نے یکدم کہا تو دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔ گال پہ ایک انگلی سے دستک دیتی وہ سوچ کر توقف سے بولیں۔

"تمہارا اشارہ میجر صمدان کی طرف ہے شاید۔ وہی جس نے یہاں سے جاتے ہی اس رشتے سے انکار کر دیا تھا۔" دونوں کے لیے یہ جھٹکا خاصا شدید تھا۔

"انکار کر دیا۔۔۔؟ تو یہ سب کیا تھا۔۔۔؟" اسوہ آنٹی ان دونوں کو دیکھ کر ذرا مسکرا دیں۔

"یہ سوانگ تھا جو میں نے رچایا۔"

"یہ کس لیے مما۔۔۔؟" عشوہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

وہ اٹھ کر ان دونوں کے پاس آ گئیں۔

"تاکہ اس سوتے ہوئے خرگوش کو جگایا جائے جو محبت کی ریس میں احساس کیے بنا نیند پوری کر رہا تھا۔" موحد کے سر پہ ہلکی سی چپت لگا کر وہ ہنس دیں۔ دونوں بے یقین تھے۔

"اس نے تو جاتے ہی انکار کر دیا تھا۔ اسے موحد جیسے دوست کی تمہاری زندگی میں مداخلت نہیں بھائی تھی۔ اور یہ ہر جگہ ہی ہوتا تھا میں سمجھ گئی تھی۔ اسی لیے یہ سب مجھے مجبوری میں کرنا پڑا۔"

عشوہ نے غور کیا تو واقعی جو کچھ بھی اسے بتایا جاتا رہا تھا، وہ مما ہی بتاتی تھیں۔ صمدان کو اس بات پہ اعتراض ہے، وہ یہ کہتا ہے، یوں کرتا ہے، اس بات سے چڑتا ہے، ان کا یہ مطالبہ ہے، نکاح کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ وہ سب جھوٹ۔ یہاں تو گھر کے کسی فرد نے اس حلقے میں بھی بات ہی نہیں کی تھی کہ زیمل بھی جب سے آئی تھیں انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔

"تو بھائی بھابھی کس تقریب کی تیاری کر رہے ہیں۔۔۔؟"

"زیمل کی فیملی میں کوئی شادی ہے۔ وہ سب تو اسی میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔" اسوہ نے محبت سے بیٹی کے گال چھوئے جس کا ہر سانس سانس لینے کے قابل ہو گیا تھا۔

"آپ تو بہت پہنچی ہوئی چیز ہیں آنٹی۔ میں تو آپ کا مرید ہو گیا ہوں۔" موحد کان کھجاتے ہوئے انہیں چھیڑ رہا تھا۔

"بیٹا تمہیں جو احساس نہیں تھا وہ برسوں پہلے مجھے ہو چکا تھا لیکن اس دن عشوہ کے منہ سے تمہاری طرف سے انکار سن کر میں سمجھ گئی تھی کہ تم ایک بڑی غلطی کرنے جا رہے ہو۔ اسی لیے یہ سب کرنا پڑا۔"

موحد دل سے ان کی حکمت عملی کا ممنون تھا۔

"مسئلہ تو وہی ہے کہ معیز بھائی کیسے۔۔۔؟" عشوہ ابھی تک متذبذب تھی۔

"اس سے میں بات کروں گی۔" اسوہ نے یہ مشکل بھی آسان کر دی۔

☆☆☆

اگلی صبح موحد جب اپنی بالکنی میں رکھی ایکسر سائز مشین پہ ایکسر سائز کرنے باہر نکلا تو سامنے لان میں معیز بھائی بھی اسی وقت ایکسر سائز کرتے دکھائی دیے۔ وہ پلٹنے ہی والا تھا کہ ان کی نظر اس پہ پڑی اور انہوں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے نیچے آنے کو کہا۔

موحد ڈرتے ہوئے ان کے گھر کی طرف بڑھا۔

"کیا ضرورت ہے ایسوں سے تعلقات رکھنے کی مما۔ سوسائٹی میں اور لوگ مر گئے ہیں کیا؟" معیز بھائی آٹھ سالہ موحد کو دیکھ کر نخوت سے کہہ رہے تھے۔

موحد نے اپنا گیٹ کھولا اور باہر آیا۔

"کچھ لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان سے دوستی رکھی جائے، جتنی جلدی یہ بات آپ سمجھ جائیں اتنا اچھا ہے۔" موحد عشوہ کے گیٹ سے اندر داخل ہو رہا تھا اور کیپٹن معیز کے الفاظ کانوں میں گونج رہے تھے۔

سامنے لان چیئرز پہ وہ بیٹھے اس کے منتظر تھے۔ موحد ان کے قریب پہنچ کر سلام کر کے نظریں جھکائے کھڑا ہو گیا۔ ایک عرصے سے اس نے معیز بھائی کا سامنا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس جگہ سے فرار ہونے کی کوشش کرتا تھا جہاں معیز بھائی موجود ہوں۔

"بیٹھو۔" سلام کا جواب دے کر انہوں نے کرسی اس کی طرف کھسکائی۔ موحد خاموشی سے ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"جاب کی مبارک ہو۔ مما سے پتا چلا کہ ایک اچھی کمپنی میں تمہاری جاب ہو گئی ہے۔" پہلا پہاڑ حیرت کا تھا جو اس پہ ٹوٹا تھا۔ یہ معیز بھائی نہیں تھے۔ معیز بھائی اس سے ایسے بات نہیں کیا کرتے تھے۔

"کمپنی کا نام کیا ہے۔۔۔؟" اب وہ اس سے تفصیل جاننا چاہ رہے تھے۔

موحد نے تفصیلات بتانا شروع کیں تو وہ ایک دو جگہ واضح چونکے تھے لیکن پھر خاموشی سے سنتے رہے۔

"کیا تمہیں اب بھی لگتا ہے کہ میرے دل میں تمہارے لیے نفرت ہے اور میں تمہیں ناپسند کرتا ہوں۔۔۔؟"

یہ سوال اتنا اچانک تھا کہ موحد کچھ نہیں بول سکا۔ وہ اس سوال کے لیے بالکل تیار نہیں تھا۔ وہ تو بس اسی پھٹکار اور ڈانٹ کے لیے تیار ہو کر آیا تھا جو بچپن میں اسے معیز بھائی سے ملتی تھی۔

"ماضی میں جو کچھ بھی میں نے کہا اور کیا وہ لڑکپن کی نادانی تھی یا جوانی کا زعم۔ لیکن اس کے لیے میں ہمیشہ پشیمان رہا ہوں۔ چھوٹوں سے معافی مانگنے کی اکثر بڑوں میں ہمت نہیں ہوتی اور میرا تو اتنا ظرف بھی نہیں ہے لیکن پھر بھی بس اتنا کہوں گا کہ وہ ماضی تھا جو بیت چکا ہے۔ حال میں ایسا کچھ نہیں ہے اور نہ ہی مستقبل میں ہوگا۔"

نجانے اسوہ نے ان سے کیا بات کی تھی لیکن وہ اس وقت ہمیشہ والے معیز بھائی نہیں لگ رہے تھے۔

"عشوہ میری اولاد جیسی ہے کیونکہ وہ ہماری اکلوتی بہن ہے۔ بابا کے بعد میں نے ہمیشہ کوشش کی اپنے بہن بھائیوں کا باپ بننے کی۔ شاید میں نہ بن سکا ہوں لیکن میں نے کبھی کوشش ترک نہیں کی۔ اس کی خوشی مجھے مقدم ہے۔۔۔ مما اور وہ جب اس رشتے پہ خوش ہیں تو میرا اعتراض کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ یوں بھی تم ہر لحاظ سے اچھے لڑکے ہو۔ سو میری طرف سے بے فکر رہو اور یہ جان لو کہ میرے دل میں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ کوئی شکایت،

ابن انشاء کی معروف کتابیں

آپ سے کیا پردہ	600/-	450/-
باتیں انشاء جی کی	600/-	450/-
بلو کا بستہ	225/-	168/-
قصہ ایک کنوارے کا	225/-	168/-

مزید معلومات کے لئے فون کریں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32216361

PKDAILYINFO.COM
Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.

کوئی نفرت یا بغض۔ پھر بھی تمہاری تسلی نہ ہو تو۔" وہ اپنی جگہ کھڑے ہوئے تو وہ بھی تعظیم دیتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ معیز بھائی نے بازو وا کر دیے۔

"بابا کا اسٹائل تھا کہ جب کسی سے ناراضی دور کرتے تو اسے گلے لگا لیتے تھے۔ میں بھی ان کے نقش قدم پہ چلنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔"

موحد حیرت زدہ ان کے وا ہوئے بازوؤں کی طرف بڑھا تو انھوں نے پرتپاک انداز میں اسے گلے لگا لیا۔ اس معانقے نے جیسے صدیوں کی جمی برف یوں پگھلائی کہ دلوں میں گرم لہو بن کر دوڑنے لگی۔ اس کی کمر تھپک کر انھوں نے اسے خود سے علیحدہ کیا۔

"تم کچھ نہیں کہو گے۔؟" وہ بالکل خاموش تھا۔ "میں آپ کے سامنے کبھی کچھ کہنے کی ہمت نہیں کر پایا۔" وہ اس کی بات پہ مسکرائے۔

"کیوں میں اتنا خوف ناک ہوں۔؟" موحد مسکرا دیا۔

"بچپن کا ڈر ہے۔ جاتے جاتے جائے گا۔" جو سچ تھا وہی اس نے کہا تھا۔

"موحد! عشوہ کو بہت خوش رکھنا۔" موحد کے اندر سے جیسے ایک مطمئن سی سانس خارج ہوئی تھی۔

"اتنا تو وعدہ کرتا ہوں۔" وہ جانتے تھے کہ وہ اس وعدے کو نبھائے گا۔ وہ بچپن سے عشوہ کی ڈھال بنا رہا تھا۔ ہمیشہ بنا رہے گا۔

وہ اندر کی جانب پلٹ گئے۔

"معیز بھائی۔" بے اختیاری میں وہ پکار بیٹھا۔ وہ ادیبہ باجی کے حوالے سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کچھ جملے معافی کے، کچھ الفاظ تلافی کے۔ وہ مڑے تو اسے لگا کہ یہ عبث تھا۔ وہ ماضی کو دفن کر چکے تھے۔ اس نے نرم سی مسکراہٹ میں نفی میں سر ہلایا کہ اسے کچھ نہیں کہنا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھ کر واپس مڑ گئے۔

☆☆☆

نکاح اسی دیک اینڈ پہ ہوا تھا۔ عشوہ اور مجبر عدنان کا نہیں، عشوہ اور موحد کا۔

نکاح کی تقریب میں عشوہ نے وہی سفید کامدانی فراک پہنا تھا جو اس روز موحد نے اس کی وارڈروب میں لٹکا دیکھا تھا۔

نکاح کے بعد سامنے سے آتی عشوہ پہ جب اس کی پہلی نظر پڑی تو بڑی دیر تک رہی حتیٰ کہ مونس کو اسے چھیڑنا پڑا۔ پہلی بار تھی کہ موحد نے اسے اس قدر تیار دیکھا تھا۔

"مجھے آج پتا چلا کہ تمہارا شمار حسین لڑکیوں میں ہوتا ہے۔" تصاویر بناتے ہوئے وہ سامنے دیکھتے اس کے کان کے قریب بولا تو عشوہ مسکرا دی۔

"کیوں اس سے پہلے تم نے نظر کا چشمہ نہیں لگایا تھا۔؟" وہ ایسے بول رہی تھی کہ اس کے لب ساکت دکھائی دیتے تھے لیکن آواز آ رہی تھی۔

"اس سے پہلے تم نے میک اپ نہیں کیا تھا اس لیے۔" دونوں بے ساختہ ہنسے تھے۔

تقریب کے دوران ادیبہ باجی بہت بے کل اور بے چین نظر آئی تھیں۔ کھانے کے بعد معیز بھائی موبائل لیے لان کے ایک کونے میں گئے تو ادیبہ باجی بھی ان کے پیچھے گئی تھیں موحد نے دیکھا تو وہ تیزی سے ان کے پاس گیا۔

ادیبہ باجی اسے سامنے دیکھ کر گھبرا گئیں۔

موحد نے سر دائیں بائیں نفی میں ہلایا۔

"موحد! باجی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں۔ اس سے ایک بار معافی مانگنا چاہتی ہوں۔"

"اب اس کی ضرورت نہیں۔ وہ اس سب سے آگے نکل چکے ہیں۔"

ادیبہ باجی کچھ دیر اسے دیکھتی رہیں پھر اس سے لپٹ کر رو دیں۔ موحد ان کا سر تھپکنے لگا۔

وہ اپنا آپ سنبھال کر واپس گئیں تو موحد بھی ان کے ساتھ تھا۔

کسی باڑھ کے پیچھے سے ایک سایہ تیزی سے پرے سرکا تھا کچھ بھرم قائم ہی رہنا چاہئیں۔

وہ مطمئن تھے کہ صحیح وقت پر ایک صحیح فیصلے نے ان کو پچھتاووں سے بچا لیا تھا۔

☆☆

قارئین بہنوں کے لیے خوش خبری

خواتین ڈائجسٹ گروپ آف پبلیکیشنز کے تمام پرچے آن لائن پڑھیں

قارئین بہنیں اب خواتین ڈائجسٹ، ماہنامہ شعاع اور ماہنامہ کرن کے شمارے آن لائن بھی پڑھ سکتی ہیں

اس کے علاوہ مشہور مصنفین کے ان پرچوں میں چھپنے والے تمام ناولز بھی آن لائن پڑھیں

قارئین خواتین ڈائجسٹ گروپ کی ویب سائٹ

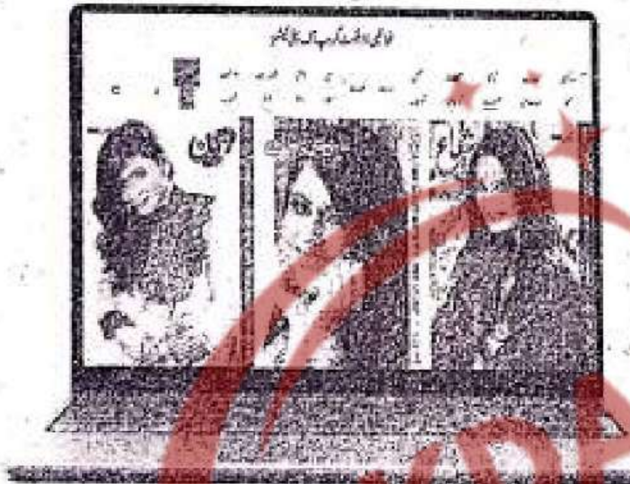

www.khawateendigest.com

پر جا کر تمام مشہور مصنفین کے ناولز، افسانے اور سلسلے پڑھ سکتے ہیں

Protected with free version of Watermarkly. Full version doesn't put this mark.